بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

ماہنامہ

آئینہ انجمن

جمادی الاول 1448ھ / نومبر 2026ء

شمارہ نمبر: 92

021-34993436-7

www.QuranAcademy.edu.pk

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی رجسٹرڈ B-375 علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال، کراچی۔

آئینہ انجمن

فہرست مضامین

01 فرمان باری تعالیٰ ﷻ و فرمان نبوی ﷺ

02

02 علامہ اقبال فکرِ نو کا پیغامبر اور مصورِ پاکستان
ڈاکٹر انوار علی ابرار
03

03 حمد باری تعالیٰ ﷻ و نعت رسول پاک ﷺ
ولایت علی میر
04

04 ملفوظات صدر مؤسس انجمن خدّام القرآن
ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
05

05 اقتباس نگران انجمن خدّام القرآن
شجاع الدین شیخ
06

06 پیغام قرآن (دسویں قسط)
حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ
07

07 وقت کی قدر، نظم زندگی اور ترجیحات
فاروق احمد
10

08 فکرِ اقبال، امتِ مسلمہ کے لیے لائحہ عمل
مفتی امان اللہ قائم خانی
13

09 بچوں کی تعلیم و تربیت
حافظ محمد اسد
16

10 سوانح علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ
امین اللہ معاویہ
20

11 لمحوں کی امانت (دوسری قسط)
حافظ حذیفہ محمود
25

12 رزق حلال، عبادت کا جزو، برکت کی بنیاد
محمد غفران شاہد
30

13 انجمن خدام القرآن کے تحت جاری سرگرمیاں
ماہانہ رپورٹ
32

14 شعبہ ملٹی میڈیا
ماہانہ رپورٹ
37

فرمان الٰہی جل جلالہٗ

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ [التوبة: 100]

ترجمہ: اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین گروہوں کا ذکر ہے ایک مہاجرین کا جنھوں نے دین کی خاطر، اللہ اور رسول ﷺ کے حکم پر مکہ اور دیگر علاقوں سے ہجرت کی اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ آ گئے۔ دوسرا انصار جو مدینہ میں رہائش پذیر تھے انہوں نے ہر موقع پر رسول اللہ ﷺ کی مدد اور حفاظت فرمائی اور مدینہ آنے والے مہاجرین کی خوب پذیرائی اور تواضع کی اور اپنا سب کچھ ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ تیسری قسم وہ ہے جو ان مہاجرین و انصار کے خلوص اور احسان کے ساتھ پیروکار ہیں۔ اس گروہ سے مراد بعض کے نزدیک اصطلاحی تابعین ہیں جنھوں نے نبی ﷺ کو نہیں دیکھا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت سے مشرف ہوئے اور بعض نے اسے عام رکھا یعنی قیامت تک جتنے بھی انصار و مہاجرین سے محبت رکھنے والے اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے مسلمان ہیں، وہ اس میں شامل ہیں۔ ان میں اصطلاحی تابعین بھی آ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نیکیاں قبول فرما لیں، ان کی بشری لغزشوں کو معاف فرما دیا اور وہ ان پر ناراض نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کے لیے جنت کی نعمتوں کی بشارت کیوں دی جاتی، جو اس آیت میں دی گئی ہے۔ (تفسیر احسن البیان۔۔۔ مولانا صلاح الدین یوسف صاحب رحمہ اللہ)

فرمان نبوی ﷺ

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، يَقُولُ: «ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا». (صحيح مسلم، رقم الحديث: 151)

ترجمہ: حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ ایمان کا مزہ اس نے چکھا اور اس کی لذت اسے ملی، جو اللہ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور محمد ﷺ کو اپنا رسول اور ہادی ماننے پر دل سے راضی ہو گیا۔

تشریح: اس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ جس طرح لذیذ اور ذائقہ دار مادی غذاؤں میں ایک لذت ہوتی ہے، جس کو صرف وہی آدمی پا سکتا ہے جس کی قوتِ ذائقہ کسی بیماری کی وجہ سے ماؤف اور خراب نہ ہوئی ہو، اسی طرح ایمان میں ایک خاص لذت اور حلاوت ہے، لیکن وہ انہی خوش قسمت لوگوں کو حاصل ہو سکتی ہے جنھوں نے پوری خوش دلی اور رضائے قلبی کے ساتھ اللہ کو اپنا مالک اور پروردگار اور حضرت محمد ﷺ کو نبی و رسول اور اسلام کو اپنا دین اور زندگی کا دستور بنا لیا ہو اور اللہ کی بندگی، حضرت محمد ﷺ کی اطاعت اور طریقہ اسلام کی پیروی کو ان کے دل نے اپنا لیا ہو، یعنی اللہ اور اسلام کے ساتھ ان کا تعلق محض رسمی اور موروثی یا محض عقلی اور دماغی نہ ہو، بلکہ ان کے ساتھ دلی گرویدگی ہو، اسی حدیث میں ''رضا'' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، جس کو یہ نصیب نہیں، یقیناً ایمانی لذت و حلاوت میں اس کا کوئی حصہ نہیں اور اس کا ایمان کامل نہیں۔ (معارف الحدیث)

حکیم الامت علامہ اقبال

فکرِ نو کا پیغامبر اور مصورِ پاکستان

ڈاکٹر انوار علی ابرار

شاعرِ مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال برصغیر پاک و ہند کی ان عظیم ترین شخصیتوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے نہ صرف مسلمانوں کو غلامی کی زنجیریں توڑنے کا شعور دیا، بلکہ اپنی فکر اور شاعری سے دنیا بھر کو متاثر کیا۔ ڈاکٹر محمد اقبال 9 نومبر 1877ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر سے حاصل کی اور بعد میں گورنمنٹ کالج لاہور سے فلسفے میں ایم اے کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے وہ یورپ گئے، جہاں انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری لی اور جرمنی کی میونخ یونیورسٹی سے فلسفے میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ وہ علم و حکمت کا ایک ایسا سمندر تھے جن کی گہرائی کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ علامہ اقبال کی خدمات کثیر الجہتی ہیں، انہوں نے سیاست، فلسفہ اور ادب کے میدان میں ایسے انمٹ نقوش چھوڑے جو تاریخ کا حصہ بن گئے۔

علامہ اقبال کو مصورِ پاکستان کہا جاتا ہے۔ انہوں نے 1930ء میں الہ آباد کے تاریخی خطبے میں مسلمانوں کے لیے ایک الگ وطن کا واضح تصور پیش کیا۔ انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کا دین، ثقافت اور معیشت ایک الگ آزاد ریاست کے بغیر محفوظ نہیں رہ سکتے۔ ان کا یہی خواب بعد میں قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں پاکستان کی شکل میں شرمندۂ تعبیر ہوا۔ اقبال کے فلسفے کی بنیاد ''خودی'' پر ہے۔ خودی سے مراد انسان کا اپنے نفس کو پہچاننا، اپنی طاقتوں پر بھروسا کرنا اور اللہ کے سوا کسی کے آگے نہ جھکنا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا کہ اگر وہ اپنی خودی کو بیدار کر لیں، تو وہ کائنات کی ہر قوت پر غالب آ سکتے ہیں۔ اقبال نے مسلم نوجوانوں کو ''شاہین'' قرار دیا۔ شاہین ایک ایسا پرندہ ہے جو بلند پرواز کرتا ہے، اپنا آشیانہ نہیں بناتا، غیرت مند ہوتا ہے اور دوسرے کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا۔ اقبال چاہتے تھے کہ امتِ مسلمہ کا نوجوان روایتی سستی چھوڑ کر بلند مقاصد کے لیے جدوجہد کرے۔ اقبال نے اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں لازوال شاعری کی۔ ان کی کتابیں جیسے بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم، اسرارِ خودی اور رموزِ بے خودی علم و عرفان کے خزانے ہیں۔ ان کی شاعری نے سوئی ہوئی قوم کو بیدار کیا اور ان میں آزادی کی تڑپ پیدا کی۔ علامہ اقبال محض ایک شاعر نہیں تھے، بلکہ وہ امتِ مسلمہ کے نبض شناس اور ایک عظیم مصلح تھے۔ آج پاکستان اور پوری مسلم امہ جن مسائل کا شکار ہے، ان کا واحد حل فکرِ اقبال پر عمل کرنے میں ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اقبال کے 'شاہین' بنیں، اپنی خودی کو پہچانیں اور ملک و ملت کی ترقی کے لیے اپنا مثبت کردار ادا کریں۔ بقول علامہ اقبال:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن!

ہر سال 9 نومبر کو یوم اقبال تو منایا جاتا ہے لیکن بد قسمتی سے اس دن کو منانے کا مقصد صرف ایک تعطیل یا تقریب تک محدود کر دیا گیا ہے۔ یہ دن ہر سال ہمارے سامنے آئینہ بن کر ہماری ناکامیوں اور بد عہدیوں کی یاد دلاتا ہے کیونکہ جس پاکستان کا خواب اقبال نے دیکھا تھا یعنی ایک اسلامی، فلاحی اور خوددار ریاست! ہم اسے بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ کاش کہ مسلمانانِ پاکستان اللہ سے کیے گئے اس عہد کو یاد کریں:

پاکستان کا مطلب کیا۔۔ لا الہ الا اللہ

اور اس مقصد کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد بنا لیں تاکہ اقبال کا خواب حقیقتاً شرمندۂ تعبیر ہو سکے۔

حمدِ باری تعالیٰ جلّ جلالہٗ

تصور بھی تیرا مصور بھی تو ہے — یہ تصویر آدم بہت خوبرو ہے

منور، منور عیاں اور پنہاں — ترے نور سے روشنی چار سو ہے

تو موجود شہ رگ کے نزدیک تر ہے — ترا قرب محسوس کرتا لہو ہے

بشر روبرو اور خود میزباں تو — یہی درج قرآن میں مُومبو ہے

کہیں پاس میرے تو موجود ہے جب — تجھے ڈھونڈ پاؤں مری آرزو ہے

شب و روز تسبیح پڑھتے رہیں میر — کلام خدا گونجتا کُوبکُو ہے

(ولایت علی میر)

نعتِ رسولِ پاک ﷺ

در مصطفیٰ ﷺ کو جو چومیں ہوائیں — جہاں در جہاں نم معطر فضائیں

ثنا گو میں سب رحمت العالمیں کے — زمیں چاند سورج فلک کہکشائیں

بشر گو، مگر جسم نورِ مجسم — اندھیرے اُجالوں میں ڈھلتے ہی جائیں

ہوں شاہد محمد رسول خدا میں — مؤذن اذانوں میں دیں یوں صدائیں

مؤثر مؤذن کی آواز اتنی — بلندی پہ جا کر بھی روئیں گھٹائیں

عبادت خدا کی کریں لوگ سارے — دلوں میں محمد ﷺ کی شمعیں جلائیں

ہمہ وقت بھیجیں درود و سلام — پڑھیں نعت ایسے کہ گونجیں فضائیں

مزارِ نبی پر کروں کیا نچھاور — یہ آنسو ہی میں میر گر جگمگائیں

(ولایت علی میر)

ملفوظاتِ صدرِ مؤسس انجمن خدام القرآن، کراچی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

احیائے اسلام کی شرط لازم ''تجدیدِ ایمان''

اسلام کی بنیاد ایمان پر ہے اور احیائے اسلام کا خواب ایمان کی عمومی تجدید کے بغیر کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ مسلمان ممالک کی سیاسی آزادی و خود اختیاری بھی یقیناً بہت اہم ہے اور اس سے بھی ایک حد تک اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی راہ ہموار ہوئی ہے۔ اسی طرح اسلامی نظام زندگی کا تصور اور اس پر ایک بہتر نظامِ حیات ہونے کے اعتبار سے اعتماد بھی ایک حد تک مفید اور قابل قدر ہے اور جن تحریکوں کے ذریعے یہ پیدا ہوا یا ہو رہا ہے ان کی سعی و جہد بھی احیائے اسلام ہی کے سلسلے کی ایک کڑی ہے، لیکن اصل اور اہم تر کام ابھی باقی ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ عالم اسلام کے تمام سوچنے سمجھنے والے لوگ اس امر کی جانب متوجہ ہوں اور جنہیں اس کی اہمیت کا احساس ہو جائے وہ اپنی تمام تر سعی و جہد کو اس پر مرکوز کر دیں کہ امت میں تجدید ایمان کی ایک عظیم تحریک برپا ہو اور ایمان نرے اقرار اور محض قال سے بڑھ کر ''حال'' کی صورت اختیار کرے۔ ایمان لامحالہ کچھ ماوراء الطبیعیاتی حقائق پر یقین کا نام ہے اور اس راہ کا پہلا قدم یہ ہے کہ انسان ''اَن دیکھی'' حقیقتوں پر دکھائی دینے والی چیزوں سے زیادہ یقین رکھے اور سر کے کانوں سے سنی جانے والی باتوں سے کہیں زیادہ اعتماد اُن باتوں پر کرے جو صرف دل کے کانوں سے سنی جا سکتی ہیں۔ گویا ''ایمان بالغیب'' اس راہ کی شرطِ اولین ہے۔ اور اس کے لیے فکر و نظر کا یہ انقلاب اور نقطۂ نظر اور طرز فکر کی یہ تبدیلی لازمی و لابدی ہے کہ کائنات غیر حقیقی اور محض وہمی و خیالی نظر آئے، لیکن ذاتِ خداوندی ایک زندہ جاوید حقیقت معلوم ہو۔ کائنات کا پورا سلسلہ نہ از خود قائم معلوم ہو نہ کچھ لگے بندھے قوانین کے تابع چلتا نظر آئے بلکہ ہر آن و ہر سمت ارادۂ خداوندی و مشیت ایزدی کی کارفرمائی محسوس و مشہود ہو جائے۔ مادہ حقیر و بے وقعت نظر آئے لیکن روح ایک حقیقت کبریٰ معلوم ہو۔ انسان کا اطلاق اس کے جسد حیوانی پر نہ ہو بلکہ اس روح ربانی پر کیا جائے جس کی بدولت وہ مسجود ملائک ہوا۔

حیاتِ دنیوی فانی و ناپائیدار ہی نہیں بالکل غیر حقیقی و بے وقعت معلوم ہو اور حیاتِ اُخروی ابدی و سرمدی اور حقیقی و واقعی نظر آنے لگے اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے مقابلے میں دنیا و مافیہا کی وقعت حدیث نبوی ﷺ کے مطابق مچھر کے پر سے زیادہ محسوس نہ ہو۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے کہ جب تک امت کے ایک قابل ذکر اور موثر حصے میں نقطۂ نظر کی یہ تبدیلی واقعتاً پیدا نہ ہو جائے ''احیائے اسلام'' کی آرزو ہرگز شرمندۂ تکمیل نہ ہو سکے گی۔

(کتاب: اسلام کی نشأۃ ثانیہ)

اقتباس نگرانِ انجمن خدام القرآن، کراچی

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

قومی اتحاد اور اسلام

ہم تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے دین کے جامع تصور کو بیان کرتے ہیں تو اس میں جہاں انفرادی زندگی کے تین گوشوں (عقائد، عبادات اور رسومات) کو بیان کرتے ہیں وہاں اجتماعی زندگی کے تین گوشوں (سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام) کی بھی بات کرتے ہیں۔ بنیادی طور پر سیاست دو طرح کی ہے: نظری سیاست اور عملی سیاست۔ عملی سیاست بھی دو طرح کی ہے: ایک انقلابی سیاست اور دوسری انتخابی سیاست۔ تنظیم اسلامی کے لٹریچر میں ایک جملہ موجود ہے: ہم معروف معنوں میں سیاسی جماعت نہیں ہیں، یعنی ہم انتخابی سیاست میں حصہ نہیں لیتے لیکن ہم نظری سیاست میں ضرور حصہ لیتے ہیں اور انقلابی سیاست (یعنی نظام کی تبدیلی کے لیے پرامن انقلابی جدوجہد) کے قائل ہیں۔ نظری سیاست سے مراد یہ ہے ہم ملکی اور قومی مسائل پر گفتگو کریں، نظامِ حکومت اور مروجہ سیاست کی خرابیوں کو اُجاگر کریں۔ اگر کوئی حکومت اچھا کام کرتی ہے تو اس کو سراہنا اور اگر حکومتی سطح پر غلط کام ہو رہے ہیں تو ان کی مخالفت کرنا اور اصلاح کی کوشش کرنا، حکمرانوں کو اچھا مشورہ دینا وغیرہ۔ ڈاکٹر اسرار احمد کھل کر حکمرانوں پر تنقید بھی کرتے تھے اور مشورے بھی دیتے تھے۔ یہ نظری سیاست ہے۔ آج بھی تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے حالاتِ حاضرہ پر پریس ریلیز بھی جاری ہوتی ہے اور خطبات جمعہ میں بھی کلام کیا جاتا ہے۔ یہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کے ذیل میں دینی تقاضا بھی ہے۔ عملی سیاست میں سے ہم انتخابی سیاست کے قائل نہیں ہیں، ہم دیانت داری کے ساتھ یہ تجزیہ بیان کرتے ہیں کہ انتخابات کے ذریعے چلتا ہوا نظام تو چلایا جا سکتا ہے لیکن نظام کو بدلا نہیں جا سکتا۔ نظام کو صرف انقلابی سیاست سے ہی بدلا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے منہج انقلاب نبوی ﷺ کی روشنی میں انقلابی جدوجہد کا جو طریقہ کار طے کیا ہے، ہم اس کے مطابق انقلابی جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب: ''رسولِ انقلاب ﷺ کا طریق انقلاب'' کے عنوان سے موجود ہے۔ اس کا مطالعہ قارئین کے لیے مفید ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جب تک اسلامی انقلاب نہیں آجاتا تب تک مارشل لاء کے مقابلے میں جمہوریت بہتر ہے کیونکہ اس طرح عوام کا اعتماد ریاست پر رہے گا، تعصبات اور بغاوتیں سر نہیں اُٹھائیں گی اور نہ ہی دشمن فائدہ اُٹھا سکے گا لیکن یہ نظام کو چلانے کے لیے عارضی حل ہے۔ مستقل اور پائیدار حل یہ ہے کہ انقلابی تحریک کے ذریعے نظام کو مکمل طور پر بدلا جائے اور اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق عدل و قسط پر مبنی نظام قائم کیا جائے۔

(خصوصی پروگرام ''امیر سے ملاقات''، ندائے خلافت شمارہ 39، اکتوبر 2026ء)

پیغام قرآن (دسویں قسط)

حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ

حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان المبارک 1432ھ (مطابق 2011ء) میں قرآن اکیڈمی، ڈیفنس میں نمازِ تراویح کے دوران دورۂ ترجمہ قرآن کا شرف حاصل کیا۔ یہ مبارک سلسلہ نہ صرف سامعین کے قلوب کو منور کر گیا، بلکہ اس کی مکمل ویڈیو ریکارڈنگ بھی کی گئی، جو اب ''پیغامِ قرآن'' کے عنوان سے محفوظ اور دستیاب ہے۔

سورۃ البقرہ

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمہ: ''اور پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے، پس وہ پتھر کی طرح ہو گئے بلکہ سختی میں اس سے بھی زیادہ اور بے شک پتھروں میں سے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان سے پوری نہریں پھوٹ پڑتی ہیں اور بے شک ان میں سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے (چشمے کی صورت میں) پانی جاری ہو جاتا ہے اور بے شک ان میں وہ بھی ہوتے ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے واقعات میں وہ خود فرماتے ہیں کہ کئی ایسے واقعات پے در پے پیش آئے جنہوں نے مجھے اسلام کی طرف قدم بڑھانے پر آمادہ کیا۔ ایک مشہور واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ ان کے سامنے ایک بت نے کلمۂ توحید: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہا اور فوراً گر پڑا۔ اس منظر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ یقین دلایا کہ واقعی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دعوت دے رہے ہیں وہی حق ہے اور بت پرستی سراسر باطل ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی نظم 'شکوہ' میں اس بات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گرتے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہتے تھے

بہر حال اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن مجید میں آگاہ کر دیا کہ بعض پتھر ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر جاتے ہیں اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔ مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ مشرکین مکہ نے اس لیے قرآن پاک اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی ہے کہ وہ انبیائے کرام اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے مانوس نہ تھے اور ڈھائی ہزار برس تک ان کی طرف نہ کوئی رسول آیا تھا نہ کوئی کتاب نازل ہوئی تھی۔ لیکن یہودی چونکہ انبیائے کرام اور کتابوں سے مانوس تھے، اس لیے ان سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید کی مخالفت کریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس خوش فہمی کو دور فرما دیا۔ فرمایا:

جان بوجھ کر کلامِ الٰہی میں تحریف:

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمہ: ''کیا تم امید رکھتے ہو کہ وہ مان لیں گے تمہاری بات، حالانکہ ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اللہ کے کلام کو سنتے ہیں پھر بدل دیتے ہیں اسے اس کے سمجھ لینے کے بعد جب کہ وہ خود جانتے ہیں''۔

حضرت صفیہ زوجۂ رسول ﷺ خیبر کے ایک سردار کی بیٹی تھیں، وہ فرماتی ہیں کہ میرے والد اور میرے چچا رسول اکرم ﷺ سے ملاقات کے لیے گئے جب واپس آئے تو میں نے ان کی گفتگو سنی۔ میرے چچا نے والد سے پوچھا کہ کیا خیال ہے محمد ﷺ سچے نبی ہیں یا جھوٹے؟ والد نے کہا کہ بالکل سچے نبی ہیں، چچا نے کہا کہ پھر کیا ارادہ ہے، والد نے جواب دیا کہ جب تک دم میں دم ہے ان کی مخالفت کرتے رہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں حسد اور غصہ تھا کہ نبوت ہماری نسل یعنی بنی اسرائیل میں کیوں نہیں آئی۔ اسی رویے پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک فریق اللہ کے کلام کو سنتا ہے، پھر اسے سمجھنے کے باوجود جان بوجھ کر اس میں تحریف کرتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں۔

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

ترجمہ: ''جب وہ آکر ملتے ہیں اہل ایمان سے تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لے آئے، جب ان میں سے بعض (یہودی) دوسرے (یہودی) کے ساتھ خلوت یعنی تنہائی میں ہوتے ہیں تو وہ اپنے کو کہتے ہیں کہ کیا تم مسلمانوں کو وہ حقائق بتاتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولے ہیں، تاکہ وہ تمہارے خلاف تمہارے رب کے سامنے دلیل پیش کریں کیا تم سوچتے نہیں ہو کہ یہ کیا کر رہے ہو''۔

یہاں یہودیوں کے باہمی رویے کا ذکر ہے کہ جب وہ اہلِ ایمان سے آکر ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ و آخرت کو مانتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کے تمام رسولوں کو مانتے ہیں۔ لیکن جب ان کے اپنے لوگ آپس میں تنہائی میں جمع ہوتے تو ایک دوسرے کو ملامت کرتے کہ تم مسلمانوں کو وہ حقائق اور پیش گوئیاں کیوں بتاتے ہو کہ ہماری کتابوں میں آخری نبی ﷺ کے بارے میں یہ پیش گوئی موجود تھی، لیکن اس کے باوجود یہ آخری نبی ﷺ پر ایمان نہیں لائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر تبصرہ کیا۔ فرمایا:

اَوَ لَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ۝

ترجمہ: ''کیا وہ جانتے نہیں ہیں کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں''۔

کیا ان کے چھپانے سے وہ حقیقت ختم ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ خود جانتا ہے کہ اس کی کتابوں میں کیا لکھا ہوا ہے، وہ کس چیز کو چھپا رہے ہیں اور کس چیز کو ظاہر کر رہے ہیں۔ اب اس کے بعد عوام الناس کا ذکر ہے۔

بنی اسرائیل کے عوام اور علما کا حال:

وَ مِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ۝

ترجمہ: ''ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو بالکل ان پڑھ ہیں، وہ کتاب کو نہیں جانتے سوائے چند خواہشات کے اور وہ نہیں ہیں مگر گمان کرنے والے''۔

وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری خواہشات ہی اصل دین ہیں گویا یہی ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ ان کے نزدیک دین محض چند تہوار منانے، کچھ خاص رسومات ادا کرنے اور چند بدعات اختیار کرنے کا نام ہے۔ وہ بیچارے یہی گمان کرتے ہیں کہ اسلام یہی چاہتا ہے، حالانکہ ان کے پاس نہ کوئی یقینی دلیل ہے اور نہ کوئی مضبوط بنیاد۔ یہ عوام کا حال تھا ان کے علما کی کیفیت اس سے بھی زیادہ سنگین تھی۔ فرمایا:

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ ۗ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَیْدِیْهِمْ وَ وَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا یَكْسِبُوْنَ ۝

ترجمہ: پس ہلاکت و بربادی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے احکام لکھتے ہیں اور پھر دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے تھوڑی سی قیمت لے لیں، پس ہلاکت و بربادی ہے ان کے لیے اس گمراہی کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے لکھی اور ہلاکت ہے اس کمائی کے سبب جو انہوں نے فتویٰ فروشی کے ذریعے حاصل کی۔ وہ لوگوں کی مرضی کے مطابق فتویٰ گھڑتے ہیں، حالانکہ وہ اللہ کے احکام کے مطابق نہیں ہوتے مگر کہتے ہیں کہ یہی اللہ کا حکم ہے۔ یوں من گھڑت فتوے دے کر نذرانے اور پیسے وصول کرتے ہیں۔

بنی اسرائیل کی جھوٹی امید:

وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ : ''وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہر گز آگ نہیں چھوئے گی مگر صرف گنتی کے چند دن (اے نبی ﷺ!) ان سے پوچھیے کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے رکھا ہے کہ اللہ اپنے اس عہد کی خلاف ورزی نہیں کرے گا یا پھر تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی باتیں کہہ رہے ہو کہ جن کے بارے میں تمہارے پاس کوئی علم نہیں ہے، بلکہ محض اپنی خواہشات اور گمان کی پیروی کر رہے ہو''۔

بنی اسرائیل کا عقیدہ تھا کہ ہمارے کچھ لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنا کر غلطی کی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو دکھانے کی غرض سے ہمیں چند دن کے لیے آگ میں ڈالے گا، اس کے بعد ہمیں باغات میں ڈالا جائے گا اور ہم بخشے جائیں گے۔ اے نبی ﷺ! آپ ان سے پوچھیے کہ کیا اللہ نے تمہیں کوئی چٹھی لکھ کر دے رکھی ہے کہ وہ تمھیں عذاب نہیں دے گا۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۸۱

ترجمہ : ''کیوں نہیں اللہ تبارک کا دستور ہے کہ جس کسی نے کمائی برائی اور اس کی خطا نے اس کا احاطہ کر لیا پس ایسے لوگ آگ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے''۔

جس شخص کا اوڑھنا بچھونا گناہ بن جائے اور وہ اس کے جواز پیش کرنے لگے کہ جناب! اس کے بغیر تو زندگی کا گزارہ ممکن ہی نہیں۔ موجودہ دور میں سود کے بغیر کاروبار نہیں چل سکتا، رشوت کے بغیر کام نہیں ہوتا، پردہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے، لہذا ترقی کے لیے پردہ، محرم اور نامحرم کے احکام کو چھوڑنا پڑے گا۔ اگر خدانخواستہ کوئی شخص گناہ کرے اور اس پر نادم نہ ہو بلکہ اس کے جواز کے دلائل پیش کرنے لگے اور اسے جائز سمجھنے لگے تو یہ روش نہایت ہی خطرناک ہے۔ ایسا گناہ اس کے پورے کردار کو گھیر لیتا ہے اور وہی اس کا اوڑھنا بچھونا بن جاتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی لوگ آگ والے ہیں یعنی وہ ایک گناہ ہی اس کو آگ میں لے جانے کے لیے کافی ہے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

ایک شخص وہ ہوتا ہے جو گناہ کر بیٹھتا ہے لیکن دل میں اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ یہ گناہ ہے اور اس پر ندامت بھی محسوس کرتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں امید ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا اور وہ اپنے گناہوں کی سزا پا کر بالآخر جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ لیکن جو لوگ گناہ کریں اور اسے گناہ ہی نہ سمجھیں بلکہ گناہوں کے جواز پیش کریں اور جب کوئی انہیں گناہ سے روکے تو بحث و تکرار کریں ان کی یہ روش بڑی خطرناک ہے۔ اگر کوئی اللہ کی حرام کردہ کسی شے کے بارے میں اس کے جواز کی رائے رکھے اور اس پر دلائل دیے تو یہ طرز عمل انسان کے ایمان کے لیے خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس محرومی سے محفوظ فرمائے! آمین

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۸۲

ترجمہ : ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے اچھے اعمال کیے وہی لوگ جنت والے ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے''۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کے دسویں رکوع کی پہلی آیت میں بنی اسرائیل سے لیے گئے عہد کا تذکرہ فرمایا۔ اس عہد کے مضامین دراصل معاشرتی ہدایات ہیں جو قرآن مجید میں بار بار بیان ہوتی ہیں۔ پہلی مرتبہ یہ ہدایات سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 83 میں سامنے آتی ہیں۔ پھر ان کی مزید تفصیل سورۃ الانعام کے تیسرے رکوع میں بیان کی گئی اور اپنے نقطۂ عروج کو سورۃ بنی اسرائیل کے تیسرے اور چوتھے رکوع میں پہنچتی ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں اجمالی طور پر اس کا نقشہ بیان کیا ہے کہ اسلام کی معاشرتی ہدایات کیا ہیں، اسلام معاشرے میں کن چیزوں کو فروغ دینا چاہتا ہے۔ کون سی سماجی اقدار اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پسندیدہ ہیں اور کون سی معاشرتی برائیاں ایسی ہیں جنہیں روکنا اور ختم کرنا ضروری ہے۔

اس اعتبار سے یہ مضمون بڑا اہم ہے جسے ہم دسویں رکوع میں تفصیل سے پڑھیں گے۔

(جاری ہے۔۔۔۔)

وقت کی قدر، نظمِ زندگی اور ترجیحات

فاروق احمد
استاذ قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

انسان کی زندگی دراصل وقت ہی سے بنی ہوتی ہے۔ مال دوبارہ آسکتا ہے، موقع دوبارہ مل سکتا ہے، تعلقات بعض اوقات دوبارہ بن سکتے ہیں، مگر گزرا ہوا وقت کبھی واپس نہیں آتا۔ اسی لیے نوجوانی کے مرحلے میں وقت کا مسئلہ محض شیڈول بنانے یا مصروف رہنے کا مسئلہ نہیں، بلکہ پوری زندگی کی سمت کا مسئلہ ہے۔ جو نوجوان اپنے وقت کی قدر سیکھ لیتا ہے، وہ دراصل اپنی زندگی کی قدر سیکھ لیتا ہے؛ اور جو وقت کو معمولی سمجھتا ہے، وہ اکثر غیر محسوس طور پر اپنی صلاحیت، مقصد اور مستقبل کو بھی ضائع کر دیتا ہے۔

قرآن مجید نے وقت کی قسم کھا کر انسان کی خسارے والی حالت بیان کی، اور پھر یہ بتایا کہ اس خسارے سے کون بچ سکتا ہے: ایمان، نیک عمل، حق کی تلقین، اور صبر کی تلقین والے لوگ۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ وقت صرف گزرنے والی چیز نہیں، بلکہ آزمائش اور حساب کی چیز ہے۔ انسان اگر وقت کو محض گزارنے کی شے سمجھتا رہے تو وہ آہستہ آہستہ خسارے میں داخل ہوتا جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ وقت کو امانت، موقع، اور ذمہ داری سمجھے تو وہی وقت نجات، ترقی، اور برکت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ نوجوانی میں یہ شعور بہت اہم ہے، کیونکہ یہی عمر بنیادیں رکھنے کی عمر ہے۔ بعد کی بہت سی آسانیاں یا محرومیاں اسی دور کی عادات اور ترجیحات سے پیدا ہوتی ہیں۔

آج کے نوجوان کے لیے وقت ضائع ہونا ہمیشہ سستی کی شکل میں ظاہر نہیں ہوتا۔ بعض اوقات انسان بہت مصروف دکھائی دیتا ہے، مگر اس کی مصروفیت بامعنی نہیں ہوتی۔ پورا دن فون، پیغامات، ویڈیوز، تبصروں، بے مقصد بحثوں، غیر ضروری ملاقاتوں، اور ادھورے کاموں میں گزر جاتا ہے، مگر دن کے آخر میں کوئی حقیقی پیش رفت محسوس نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ صرف فارغ رہنے کا نہیں، بلکہ منتشر رہنے کا بھی ہے۔ ایک منتشر زندگی بظاہر بھری ہوئی لگتی ہے مگر اندر سے خالی ہوتی ہے۔ اس لیے نظمِ زندگی کا مطلب صرف یہ نہیں کہ انسان کے پاس مصروفیات ہوں، بلکہ یہ ہے کہ اس کی مصروفیات ایک معنی، ترجیح، اور ترتیب کے تابع ہوں۔

حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ خسارے میں رہتے ہیں: صحت اور فراغت۔ یہ حدیث نوجوان کے لیے خاص طور پر چونکا دینے والی ہے، کیونکہ نوجوانی میں صحت بھی نسبتاً زیادہ ہوتی ہے اور وقت کی کچھ گنجائش بھی۔ مگر یہی وہ مرحلہ ہے جہاں انسان ان دونوں نعمتوں کی قدر نہیں کرتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ توانائی ہمیشہ رہے گی، فرصت ہمیشہ ملتی رہے گی اور آج ضائع ہوا وقت کل پورا کر لیا جائے گا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ زندگی کے بعد کے مراحل میں ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں، توانائی کم ہو سکتی ہے، اور فرصت مزید محدود ہو جاتی ہے۔ اس لیے نوجوانی میں صحت اور وقت کی حفاظت ایک دینی اور عملی امانت ہے۔

وقت کی قدر کا مطلب یہ نہیں کہ انسان ہر لمحہ کسی نہ کسی ظاہری کام میں لگا رہے اور آرام، تفریح، خاموشی، یا تعلقات کے لیے کوئی جگہ نہ چھوڑے۔ اسلام کا مزاج ایسا نہیں کہ وہ انسان کو مشین بنا دے۔ اصل مسئلہ بے اعتدالی کا ہے۔ اگر آرام انسان کو تازگی دے کر عبادت، مطالعہ، کام، اور تعلقات میں بہتر بنا دے تو وہ بھی ایک اچھی چیز ہے۔ لیکن اگر تفریح انسان کی زندگی کا مرکز بن جائے، اگر راحت طلبی آہستہ

آہستہ ذمہ داری سے فرار میں بدل جائے، اور اگر فرصت غفلت، تاخیر اور بے مقصدی میں گزرنے لگے، تو یہی چیز خسارے کا راستہ بن جاتی ہے۔ اس لیے متوازن نظمِ زندگی میں آرام بھی ہوتا ہے، مگر مقصد کے تابع؛ تفریح بھی ہوتی ہے، مگر حدود کے ساتھ اور خاموشی بھی ہوتی ہے، مگر سستی کے نام پر نہیں۔

وقت کے ضیاع کی ایک بڑی وجہ ترجیحات کا غیر واضح ہونا ہے۔ بہت سے نوجوان یہ جانتے ہی نہیں کہ ان کے لیے اس وقت سب سے اہم چیز کیا ہے۔ وہ ہر مطالبے کا جواب دینے لگتے ہیں، ہر دعوت میں شامل ہوجاتے ہیں، ہر پیغام کا فوری جواب ضروری سمجھتے ہیں، ہر رجحان کے پیچھے چل پڑتے ہیں، اور ہر موقع کو اپنی زندگی کے لیے لازمی سمجھ لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اصل کام پیچھے رہ جاتے ہیں اور ثانوی چیزیں زندگی پر قابض ہوجاتی ہیں۔ اس کے برعکس جو نوجوان اپنی ترجیحات کو واضح کرلیتا ہے، اس کے لیے فیصلہ آسان ہوجاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس مرحلے میں اس کے لیے ایمان، تعلیم، کردار، گھر کی ذمہ داری، صحت، اور مقصدی محنت زیادہ اہم ہیں، اس لیے وہ اپنی توانائی کو انہی دائروں کے مطابق تقسیم کرتا ہے۔

نظمِ زندگی کا ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ انسان اپنے دن کو ارادے کے ساتھ شروع کرے، بہاؤ کے ساتھ نہیں۔ بہت سے لوگ صبح اٹھتے ہی اس چیز کے تابع ہوجاتے ہیں جو سب سے پہلے سامنے آجائے: موبائل، پیغام، کوئی فوری خواہش یا کوئی غیر منظم مصروفیت۔ پھر پورا دن ردِ عمل میں گزر جاتا ہے۔ اس کے برعکس ایک بامقصد نوجوان اپنے دن کو کسی نیت، ترتیب اور شعور کے ساتھ شروع کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس نے آج کون سے بنیادی کام کرنے ہیں، کن ذمہ داریوں کو اولیت دینی ہے، کس چیز سے بچنا ہے اور کن اوقات کو محفوظ رکھنا ہے۔ اسی سے آہستہ آہستہ اندرونی قوت پیدا ہوتی ہے، کیونکہ نظمِ زندگی دراصل نفس کو یہ سکھاتا ہے کہ زندگی خواہش کے بہاؤ سے نہیں بلکہ شعور کے فیصلے سے چلنی چاہیے۔

وقت کی حفاظت میں صبح کے اوقات کی بڑی اہمیت ہے۔ زندگی کے بہت سے بامقصد کام اس وقت آسانی سے آگے بڑھتے ہیں جب دن کا آغاز سنجیدگی، عبادت اور یکسوئی سے ہو۔ اگر نوجوان صبح ہی سے اسکرین، جلد بازی یا ذہنی انتشار کے حوالے ہوجائے تو پورے دن کی ترتیب متاثر ہوسکتی ہے۔ اس کے برعکس اگر وہ صبح کے وقت نماز، ذکر، مختصر تلاوت اور اپنے بنیادی کاموں کی تیاری کے ساتھ دن شروع کرے تو اس سے باطن اور ظاہر دونوں میں ترتیب پیدا ہوتی ہے۔ دن کا آغاز اکثر دن کے مزاج کو متعین کرتا ہے، اس لیے صبح کو معمولی وقت نہیں سمجھنا چاہیے۔

اسی طرح رات کا نظم بھی بہت اہم ہے۔ بے ترتیب راتیں اکثر بے ترتیب دنوں کو جنم دیتی ہیں۔ اگر نوجوان دیر رات تک موبائل، ویڈیوز، چیٹس یا بے مقصد تفریح میں لگا رہے تو نہ صرف اس کی نیند خراب ہوتی ہے بلکہ اگلے دن کی توجہ، عبادت، ذہنی طاقت اور مزاج بھی متاثر ہوتے ہیں۔ بعض لوگ وقت کی منصوبہ بندی صرف دن کے اوقات کے لیے کرتے ہیں، حالانکہ رات کا آخری حصہ بھی نظمِ زندگی کا بنیادی جزو ہے۔ جلد سونا، سونے سے پہلے ذہن کو ہلکا کرنا اور رات کو غیر ضروری ڈیجیٹل مداخلت سے بچانا، یہ سب چیزیں وقت کی حفاظت ہی کا حصہ ہیں۔

نوجوانی میں ٹال مٹول ایک خاموش دشمن ہے۔ بہت سے قابل نوجوان سستی سے نہیں، تاخیر سے شکست کھاتے ہیں۔ وہ کام کو رد نہیں کرتے، مگر ہر بار اسے "بعد میں" کے حوالے کردیتے ہیں۔ مطالعہ بعد میں، توبہ بعد میں، نماز کی اصلاح بعد میں، کسی ہنر کی مشق بعد میں، والدین کی خدمت بعد میں، صحت کی فکر بعد میں، اور بڑے خوابوں کی تیاری بھی بعد میں۔ اس ''بعد میں'' کی عادت آہستہ آہستہ زندگی کا ڈھانچہ خراب کردیتی ہے۔ کیونکہ وقت ایک ایک دن کرکے ہی نکلتا ہے اور جو آج کی ذمے داری کل پر ڈالتا رہتا ہے، وہ اکثر کل میں بھی وہی کرتا ہے۔ اس لیے ایک اہم اصول یہ

ہے کہ چھوٹے مگر ضروری کاموں کو زیادہ دیر تک لٹکنے نہ دیا جائے۔

قرآن کا یہ اصول کہ انسان کو وہی ملے گا جس کی اس نے کوشش کی، وقت کے باب میں بھی نہایت رہنما ہے۔ بہت سے نوجوان خواب تو بڑے رکھتے ہیں مگر ان خوابوں کے مطابق وقت نہیں دیتے۔ وہ کامیابی چاہتے ہیں مگر مطالعہ نہیں، کردار چاہتے ہیں مگر مجاہدہ نہیں، ذہنی سکون چاہتے ہیں مگر نظم نہیں، اللہ سے قرب چاہتے ہیں مگر عبادت کے لیے وقت نہیں نکالتے۔ یہ تضاد انسان کو اندر سے کمزور کر دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی ترجیحات اس کے دعوؤں سے نہیں، اس کے وقت کے استعمال سے ظاہر ہوتی ہیں۔ جو چیز واقعی اہم ہوتی ہے، اس کے لیے وقت نکالا جاتا ہے۔ اور جس کے لیے وقت نہیں نکلتا، وہ عموماً دل کی ترجیح بھی نہیں ہوتی۔

وقت کی حفاظت میں ''نہیں'' کہنا سیکھنا بھی ایک بڑی مہارت ہے۔ ہر کام اچھا ہونے کے باوجود ہر انسان کے لیے ضروری نہیں ہوتا۔ ہر دعوت، ہر منصوبہ، ہر سوشل مصروفیت اور ہر موقع قبول کرنا دانش مندی نہیں۔ بعض اوقات ایک بڑی خیر کی خاطر چھوٹی اچھی چیز کو بھی مؤخر کرنا پڑتا ہے۔ یہی ترجیحات کی پختگی ہے۔ اگر نوجوان یہ نہیں سیکھتا کہ کس چیز کو روکنا، کس کو محدود کرنا اور کس کو رد کرنا ہے، تو وہ اپنی اصل توانائی دوسروں کی ترجیحات میں خرچ کر دے گا۔ اس لیے نظمِ زندگی صرف کام بڑھانے کا نام نہیں، بلکہ غیر ضروری چیزوں کو کم کرنے کا نام بھی ہے۔

یہ بھی اہم ہے کہ نوجوان اپنی زندگی میں کچھ مستقل معمولات پیدا کرے۔ انسان کی زندگی ہمیشہ جوش، موڈ اور تحریک پر نہیں چل سکتی۔ اگر عبادت، مطالعہ، جسمانی ورزش، گھر کی ذمہ داری اور اپنے بڑے مقصد کے لیے کوئی مستقل معمول نہ ہو تو زندگی خواہشات اور حالات کے رحم و کرم پر رہتی ہے۔ چھوٹے مگر ثابت قدم معمولات نوجوان کو استحکام دیتے ہیں۔ روزانہ تھوڑا قرآن، متعین وقت پر مطالعہ، محدود اسکرین ٹائم، مختصر محاسبہ اور بنیادی کاموں کے لیے طے شدہ اوقات، یہ سب چیزیں آہستہ آہستہ ایک مضبوط شخصیت بناتی ہیں۔ یہی وہ عادتیں ہیں جو بعد میں بڑے کاموں کی بنیاد بنتی ہیں۔

عملی طور پر نوجوان کو چاہیے کہ وہ اپنے دن کے تین یا چار اہم کام متعین کرے، نہ کہ غیر حقیقی لمبی فہرستیں بنا کر خود کو مایوس کرے۔ موبائل، سوشل میڈیا، اور غیر ضروری گفتگو کے لیے حد مقرر کرے۔ نمازوں کے اوقات کو دن کی ترتیب کا مرکز بنائے۔ صبح اور رات کے لیے سادہ مگر مستقل روٹین بنائے۔ ہفتے میں ایک بار اپنے وقت کا جائزہ لے کہ کہاں ضیاع زیادہ ہوا اور کہاں بہتری آئی۔ اپنے بڑے اہداف کو چھوٹے، قابلِ عمل مراحل میں تقسیم کرے۔ اور سب سے بڑھ کر، وقت کے مسئلے کو محض کارکردگی نہیں بلکہ امانت، عبادت، اور جواب دہی کے زاویے سے دیکھے۔ جب یہ زاویہ پیدا ہوتا ہے تو وقت صرف گزرنے والا لمحہ نہیں رہتا بلکہ اللہ کی دی ہوئی ایک قیمتی فرصت بن جاتا ہے۔

آخر میں یہ سمجھنا چاہیے کہ وقت کی حفاظت دراصل زندگی کی حفاظت ہے۔ جو نوجوان اپنے وقت کو سنبھال لیتا ہے، وہ آہستہ آہستہ اپنے نفس، اپنی ترجیحات، اور اپنے مستقبل کو بھی سنبھالنے لگتا ہے۔ اور جو وقت کو ضائع کرتا رہتا ہے، وہ اکثر محسوس بھی نہیں کرتا کہ اس کی بہترین عمر، بہترین توانائی اور بہترین مواقع خاموشی سے اس کے ہاتھ سے نکل رہے ہیں۔ اس لیے وقت کے ساتھ شعوری، ذمہ دار، اور ایمانی تعلق قائم کرنا نوجوانی کی سب سے بڑی کامیابیوں میں سے ایک ہے۔ یہی تعلق انسان کو خسارے سے نکال کر مقصد، برکت، اور تعمیر کے راستے پر ڈالتا ہے۔

فکرِ اقبال، امتِ مسلمہ کے لیے لائحہ عمل

مفتی امان اللہ قائم خانی
استاذ و مسئول شعبۂ تصنیف و تالیف قرآن اکیڈمی یاسین آباد

تاریخِ عالم میں بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کی ولادت کسی قوم کے لیے محض ایک واقعہ نہیں بلکہ ایک نئے عہد کا نقطہ آغاز ثابت ہوتی ہے۔ مفکرِ اسلام، شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال کی ذاتِ گرامی بھی برصغیر اور عالمِ اسلام کے لیے ایسی ہی عہد ساز اور بصیرت افروز حقیقت ہے۔ نومبر کا مہینا فکرِ اقبال سے ایک گہرا اور تلازماتی تعلق رکھتا ہے، جس کی تہوں میں مسلمانوں کے عروج و زوال، بالیدگی اور بیداری کی داستان پوشیدہ ہے۔ کیونکہ 9 نومبر علامہ محمد اقبال کا یومِ ولادت ہے۔ وہ 1877ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ تاریخِ ادب اور قومی تقاویم میں اس دن کو 'یومِ اقبال' کے طور پر منایا جاتا ہے (جب کہ ان کا یومِ وفات 21 اپریل 1938ء ہے)۔ 9 نومبر کی یہ نسبت محض ایک سالگرہ کی رسمی تقریب نہیں، بلکہ یہ امتِ مسلمہ کے لیے فکرِ اقبال کی تجدید، ان کے افکار پر ازسرِ نو غور و فکر اور ان کے پیغام کو نئی نسل تک منتقل کرنے کا محاکمہ ہے۔

نومبر کا یہ دن اس امر کی یاد دہانی کراتا ہے کہ اقبال کا جنم ایک ایسے دور میں ہوا جب برصغیر کے مسلمان فکری جمود، سیاسی محکومی اور تہذیبی یاسیت کا شکار تھے۔ اس تاریخی دن کی اہمیت یہ ہے کہ اس نے امت کو ایک ایسا مفکر عطا کیا جس نے مرجھائے ہوئے قلوب میں بیداری اور خود اعتمادی کی نئی روح پھونکی۔

زوال پذیر دور میں مسلمانوں کی فکری و عملی رہنمائی:

علامہ اقبال کے روایتی سوانحی تعارف سے ہٹ کر اگر ان کے اصل تاریخی کردار پر نظر ڈالی جائے، تو ان کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے اپنے دور کے مسلمانوں کی زبوں حالی اور فکری انتشار کے اسباب کی درست تشخیص کی اور ان کی عملی رہنمائی فرمائی۔ اقبال کا دور وہ تھا جب عثمانی خلافت کا شیرازہ بکھر رہا تھا، برصغیر پر انگریز کی سامراجی حکمرانی قائم تھی اور مسلمان ذہنی و مادی طور پر مغرب کی اندھی تقلید اور تن آسانی کے مرض میں مبتلا ہو چکے تھے۔

اقبال نے مسلمانوں کو روایتی سیاست دانوں کی طرح صرف نعروں اور جذباتی باتوں تک محدود نہیں رکھا، بلکہ انہوں نے 'فلسفۂ خودی' اور 'عملِ پیہم' کا درس دے کر ان کی فکری سمت بھی متعین کی:

اقبال نے مسلمانوں کو بتایا کہ ان کے زوال کا سبب مادی وسائل کی کمی نہیں بلکہ اپنی ذات اور اسلاف کی میراث سے ناواقفیت ہے۔ انہوں نے خودی کو انسانی شخصیت کی وہ بنیادی قوت قرار دیا جو انسان کو غلامی کی زنجیریں توڑنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اسی طرح انہوں نے مغرب کی عارضی چکاچوند اور مادی ترقی کا سائنسی و فکری جائزہ لے کر مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ مادی علوم کا حصول ضروری ہے لیکن روحانی و اخلاقی اقدار کو قربان کر کے مغرب کی اندھی تقلید ہلاکت آفرین ہے۔ خطبہ الٰہ آباد (1930ء) میں اقبال نے مسلمانوں کو سیاسی لائحہ عمل دیتے ہوئے محض تماشائی بننے کے بجائے ان کا سیاسی نصب العین متعین کر کے دیا اور اسی خطبہ میں شمال مغربی ہند میں مسلم مملکت کا واضح خاکہ پیش کیا، جس نے آگے چل کر تحریکِ پاکستان اور حصولِ وطن کی بنیاد رکھی۔

کلامِ اقبال کا مسلم نوجوانوں اور ملت کے مزاج پر اثر :

علامہ اقبال کی شاعری محض الفاظ کا مجموعہ یا نری جذباتیت نہیں، بلکہ یہ فکری انقلاب اور اخلاقی تربیت کا اکسیری نسخہ ثابت ہوئی۔ انہوں نے شاعری کو مقصدیت بخشی اور امت کو ایک نیا فکر و شعور عطا کیا۔ ان کی شاعری نے خاص طور پر مسلم نوجوانوں (نسلِ نو) پر نہایت گہرے اور دوررس اثرات مرتب کیے، مثلاً :

تصورِ شاہین اور بلند پروازی : اقبال نے نوجوانوں کو 'شاہین' کی علامت سے تعبیر کیا۔ شاہین ایک غیرت مند، خوددار، بلند پرواز اور خلوت پسند پرندہ ہے۔ اقبال کا شاہین تن آسانی اور نیچی پرواز کا قائل نہیں بلکہ وہ ستاروں پر کمندیں ڈالنے کا عزم رکھتا ہے۔ اس تصور نے نوجوانوں کو مادی پستی اور کاہلی سے نکال کر مقصدیت کی راہ دکھائی۔

عزم و استقلال اور تحریکِ آزادی : اقبال کے اشعار نے برصغیر کے مسلمانوں کی کایا پلٹ دی۔ ان کی بانگِ درا، بالِ جبریل اور ضربِ کلیم نے مرجھائے ہوئے دلاساں میں وہ گرمی اور حرارت پیدا کی کہ مسلمان نوجوان ہر قسم کے مصائب کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے اور ایک الگ وطن حاصل کر کے ہی دم لیا۔

تہذیبی غلامی سے نجات : اقبال نے شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو اپنے اسلاف کی تاریخ سے جوڑا اور انہیں یہ باور کرایا کہ ان کا ماضی علم و عرفان کا سرچشمہ رہا ہے۔ اس پیغام نے نسلِ نو کو فکری و تہذیبی کمتری سے نجات دلائی۔

سفرِ ہسپانیہ اور مسجدِ قرطبہ : تاریخی شعور اور فلسفۂ عشق

علامہ اقبال نے 1933ء کے دوران یورپ کا دورہ کیا اور اس کے بعد وہ ہسپانیہ (اسپین) پہنچے۔ اندلس میں مسلم تہذیب کا عروج و زوال اقبال کے لیے ایک شدید فکری و جذباتی تاثر کا باعث بنا۔ ہسپانیہ کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی ان کا دل مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی یاد سے لبریز ہو گیا، لیکن اقبال نے محض آنسو بہانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سے ایک عالمگیر تاریخی اور فلسفیانہ نتیجہ اخذ کیا۔ چنانچہ نظم 'ہسپانیہ' اور شاہکار نظم 'مسجدِ قرطبہ' میں اقبال کی فکر انگیزی کے نمایاں ابعاد ہمیں یوں دیکھنے کو ملتے ہیں :

ہسپانیہ تو خونِ مسلماں کا امیں ہے
مانندِ حرم پاک ہے تو میری نظر میں

اقبال ہسپانیہ کی خاک کو کعبہ کی طرح مقدس گردانتے ہیں کیونکہ اس مٹی میں مجاہدین، علما اور معمارانِ اندلس کا خونِ جگر جذب ہے۔ ہسپانیہ میں مسجدِ قرطبہ کی عظیم الشان ساخت، اس کے ستونوں اور اس کے بے مثال فنِ تعمیر کو دیکھ کر اقبال وقت کے سفاک اور مہیب تسلسل (سلسلۂ روز و شب) پر غور کرتے ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ دنیا کی ہر شے فانی ہے، لیکن جس نقش کی بنیاد کسی 'مردِ خدا' نے 'خونِ جگر' اور 'عشق' پر رکھی ہو، اسے دوام اور پائیداری حاصل ہو جاتی ہے۔ اقبال کے نزدیک زمان و مکان کی تسخیر اور تاریخ میں دوام صرف 'عشقِ الٰہی' اور اخلاصِ عمل سے ممکن ہے۔ مسجدِ قرطبہ محض اینٹ اور پتھر کا ڈھانچہ نہیں بلکہ امتِ مسلمہ کے ذوقِ عبودیت، تمدن اور سوز و ساز کا جیتا جاگتا مظہر ہے۔

انقلابی اشعار کے ذریعے عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ کے لیے لائحہ عمل :

آج جب امتِ مسلمہ فکری انتشار، جغرافیائی تقسیم اور بیرونی چیلنجز کا شکار ہے، فکرِ اقبال اور ان کے انقلابی اشعار ایک واضح اور عملی لائحہ عمل پیش کرتے ہیں۔ اقبال کے اشعار ناصحانہ نہیں بلکہ حیات آفریں اور انقلابی ہیں۔ اتحاد اور ملت کے ساتھ وابستگی کا درس دیتے ہوئے اقبال فرماتے ہیں :

پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

انفرادی بنیادوں پر منتشر ہونے کے بجائے ملت کے اجتماعی وجود کے ساتھ جڑے رہنا ہی بقا کی ضمانت ہے۔

اسی طرح انسان کو اپنے مقامِ بلند سے آگاہ کرتے ہوئے ان کا مشہور شعر ہے :

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

یہ شعر امت کو اپنی صلاحیتوں، اخلاقی کردار اور جدوجہد سے اپنی تقدیر خود بدلنے کی دعوت دیتا ہے۔ ایک جگہ قدرت کے قوانین اور اقوام کے عروج و زوال کا اصول بیان کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں :

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

آج کی امت کے لیے پیغام یہ ہے کہ وہ مسلسل خود احتسابی (Self-accountability) کرے اور محض ماضی پر فخر کرنے کے بجائے عملِ پیہم اختیار کرے۔ کسی بھی مقصدِ حیات کی کامیابی کے لیے مکمل اخلاص اور قربانی کی ضرورت کو اقبال اس طرح بیان کرتے ہیں :

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

اور ایک شعر میں تو حالات کی تمام تر تیرگی کے باوجود اقبال امت کو مایوس نہ ہونے کا درس دیتے ہیں :

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

بہرحال ہمیں علامہ اقبال کے ان انقلابی افکار کو اپنی عملی زندگی، تعلیمی نظام اور قومی پالیسیوں کا حصہ بنانے کی ہدایت کرتا ہے۔ فکرِ اقبال پر عمل پیرا ہو کر ہی امتِ مسلمہ اپنے دورِ حاضر کے چیلنجز پر قابو پا سکتی ہے اور دنیا میں اپنا کھویا ہوا وقار بحال کر سکتی ہے۔



"اقبال" (نظم از ماہر القادری)

دیدہ ور، ناقدِ ملت کا ثنا خواں ہے جہاں — جس نے سوئے ہوئے جذبوں کو جگایا، وہ اقبال تھا
ثنا خوانِ محمد ﷺ تھا، پئے تبلیغِ دیں نکلا — وہ سچا عاشقِ خیر الوریٰ، اقبال تھا پیارے
سُنائی جس نے سوئے ہوئے جذبوں کو نئی لوری — وہ ملت کا نگہباں، مَردِ حق، اقبال تھا پیارے
حقیقت کا اِک اُلس لایا تھا وہ ذوقِ تجلی کا — دلوں میں آگ جو روشن کر گیا، اقبال تھا پیارے
وہ جس کی فکر نے بخشی نیا اِک ولولہ ہم کو — وہ روحِ کاروانِ مصطفیٰ، اقبال تھا پیارے
اٹھا جو مشرق سے بن کر اِک چراغِ طورِ اندیشہ — وہ نورِ بزمِ عرفانِ ہدیٰ، اقبال تھا پیارے

کتاب: یادِ رفتاں

بچوں کی تعلیم و تربیت

حافظ محمد اسد

استاذ قرآن اکیڈمی یاسین آباد

انسان کی اصل شخصیت بچپن ہی میں بن جاتی ہے اور جو اثرات بچپن ذہن پر چھوڑتا ہے وہ مستقل اور پائیدار ہوتے ہیں۔ تحقیق کے مطابق بچوں کی مثبت یا منفی تعمیر کا 80 فیصد حصّہ ابتدائی کچھ سالوں میں مکمل ہوتا ہے اور اس کی آئندہ زندگی انہی محاسن و معائب کا عکس ہوتی ہے، پھر وہ ماحول جس میں بچے کی نشست و برخاست ہوتی ہے، اس کے اچھے یا برے اثرات اس کے کردار و عمل کی تعمیر میں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اہل ایمان کو ہدایت دی ہے کہ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے بچاؤ''۔

یہ کون سی آگ ہے جو ہمیں نظر نہیں آرہی، یہ چار سو پھیلی ہوئی ہے جو ہماری آنے والی نسلوں کو تباہ کر رہی ہے۔ یہ اس طرح سمجھیں جیسے کسی نابینا شخص کو آپ کتنے ہی دلائل دیں کہ یہ دنیا بڑی حسین و جمیل ہے بڑی پُر کشش ہے لیکن وہ یقین نہیں کرے گا کیونکہ اس کو نظر نہیں آتا یہی کچھ حال ہمارا ہے کہ قلوب پر گناہوں کا زنگ لگ چکا ہے اور بصارت پر غفلت کے پردے پڑ گئے ہیں اس لیے ہمیں وہ آگ نظر نہیں آرہی۔

ہر والدین یہی چاہت رکھتے ہیں کہ ان کی اولادیں نیک اور فرماں بردار ہوں تو اس کے لیے پہلے اپنی اصلاح کرنی ہوگی اور اپنا طرز زندگی بدلنا ہوگا۔ اور جہاں تک والدین کی ذمہ داری کا تعلق ہے تو وہ اسی دن سے شروع ہو جاتی ہے جس دن والدین رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتے ہیں، چنانچہ ہمارے پیارے رسول ﷺ نے تعلق زن و شو سے پہلے جو دعائیں سکھائی ہیں اس میں اولاد کے شیطان لعین سے بچنے کی دعا اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سے پناہ طلب کی گئی ہے گویا یہ سبق ہے کہ آنے والے مہمان کی ابھی سے فکر کرنی ہے اور نیک اعمال کرنے ہیں تاکہ اولاد نیک و صالح ہو۔

جدید ڈیجیٹل دور اور ہماری ذمہ داریاں:

آج کے اس پر فتن اور تیز رفتار دور میں، جہاں معاشی دباؤ نے مردوں کی مصروفیات اور کشمکش میں بے پناہ اضافہ کر دیا ہے، وہیں خواتین پر اولاد کی تربیت کے حوالے سے ذمہ داری کا بوجھ بھی پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا ہے۔ ایک طرف آسائشوں اور اعلیٰ معیارِ زندگی کی لاحاصل دوڑ نے انسان کو ایک مشین بنا دیا ہے، تو دوسری طرف معاشی مجبوریاں پوری کرنے کے لیے اب اکثر گھرانوں میں خواتین بھی میدانِ عمل میں نکلنے پر مجبور نظر آتی ہیں۔ اس صورتِ حال میں سب سے بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بچوں کی صحیح تربیت آخر کیسے ممکن ہو؟ المیہ یہ ہے کہ ''ماں کی گود'' جو بچے کا پہلا تعلیمی و تربیتی مدرسہ تھی، جدید زندگی کی مصروفیت نے وہ سایہ بچوں سے چھین لیا ہے اور افسوس ناک بات یہ ہے کہ معاشرے کو اس عظیم نقصان کا احساس تک نہیں رہا۔

ہمارے جدید معاشرے میں بچوں کی محض مادی تعلیم پر جتنی توجہ اور رقم صرف کی جاتی ہے، اس کا پچیس فیصد بھی ان کی اخلاقی اور روحانی تربیت

پر نہیں لگایا جاتا، حالانکہ تعلیم اور تربیت ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ بچے کی کردار سازی میں گھر کے ماحول کا مرکزی کردار ہوتا ہے۔ بچوں کے سامنے جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، میاں بیوی کا باہم تلخ کلامی کرنا یا بزرگوں اور والدین کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار کرنا ان کے نازک ذہنوں پر نقوشِ باطل ثبت کر دیتا ہے۔

آج کے اس پیش رفتہ دور میں جہاں ٹیکنالوجی نے ہمارے کاموں کو آسان بنایا ہے، وہیں بچوں کی اخلاقی اور نفسیاتی تربیت کو ایک کٹھن چیلنج بھی بنا دیا ہے۔ سوشل میڈیا، سمارٹ فونز اور غیر محدود انٹرنیٹ کی رسائی نے بچوں سے ان کی معصومیت اور تفکر کی صلاحیت چھین لی ہے۔ محض رونے سے روکنے یا چپ کرانے کے لیے بچوں کے ہاتھ میں سمارٹ فون تھما دینا یا انہیں کارٹونز کے سامنے بٹھا دینا ایک دھیما زہر ہے جو ان کے ذہنوں کو پراگندہ اور جسمانی صحت کو متاثر کر رہا ہے۔ تربیت کا تقاضا یہ ہے کہ محض پابندیاں لگانے کے بجائے بچوں کو مثبت اور صحت مند متبادل فراہم کیے جائیں، انہیں وقت دیں، تعلیمی کھلونے یا کیرم، لڈو وغیرہ لا کر دیں اور ان کے ساتھ خود بھی کھلیں تاکہ انہیں موبائل کی عادت سے بچایا جا سکے، جسمانی کھیلوں کی حوصلہ افزائی کریں۔ یاد رکھیے، بچے زبانی نصائح کے بجائے عمل سے زیادہ سیکھتے ہیں، اگر والدین خود گھر میں ہر وقت موبائل میں مصروف رہیں گے تو بچوں سے اعتدال کی توقع رکھنا بے سود ہے۔

تربیت کیسے کی جائے:

بچوں کی صحیح اور تعمیری تربیت کا سب سے بہترین اور آسان طریقہ انہیں سنتِ نبوی ﷺ پر عمل کا خوگر بنانا ہے۔ مثلاً کھانے کے وقت بچوں کو شفقت سے بتائیں کہ ہمارے پیارے رسول ﷺ یہ دعا پڑھ کر دائیں ہاتھ سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے، سونے سے قبل اور بیدار ہونے کے بعد کے مسنون اعمال و ادعیہ کی تلقین کریں۔ اسی طرح موقع بہ موقع بچے کی روزمرہ کی حرکات و سکنات کو اسوۂ حسنہ سے جوڑنے کی کوشش کرتے رہیں، یہاں تک کہ جب بچہ مسکرائے تو اسے احساس دلائیں کہ مسکرانا بھی ایک صدقہ ہے، خوشبو اور سرمہ لگانا سنت ہے، اور جب وہ مدرسہ یا تعلیمی ادارے کی طرف قدم بڑھائے تو اسے علم حاصل کرنے کے عظیم اجر اور فضیلت سے آگاہ کریں۔

لباس پر خصوصی توجہ:

موجودہ دور کا ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ بیشتر والدین بچوں اور بالخصوص بچیوں کے لباس کے انتخاب میں لاپروائی برتتے ہیں اور مغربی تہذیب سے متاثرہ معیارِ زندگی پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ جب اس جانب توجہ دلائی جائے تو محض یہ عذر پیش کر دیا جاتا ہے کہ ''ابھی تو بچے ہیں، بڑے ہوں گے تو خود ہی سنبھل جائیں گے''۔ یاد رکھیے! یہ محض ایک فریبِ نظر اور شیطانی دھوکہ ہے۔ بچپن سے ہی حیا، ستر پوشی اور مہذب وضع قطع بچے کی شخصیت کی شائستہ تعمیر میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اگر ابتدائی عمر ہی سے انہیں غیر اسلامی اور مغرب زدہ طرزِ زندگی پر ڈھال دیا جائے، تو ان کا فکری و ذہنی میلان ہی تبدیل ہو جاتا ہے، جس کے بعد بلوغت اور پختگی کی عمر میں اچانک ان سے اسلامی اقدار کی پاسداری کی توقع رکھنا بے سود ثابت ہوتا ہے۔

بہت سے والدین شکایت کرتے نظر آتے ہیں کہ ''اولاد ہماری بات نہیں مانتی، ہم تو سمجھا سمجھا کر تھک چکے ہیں اور اب مایوس ہو گئے ہیں''۔ ایسے والدین کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ اب سوچیں کہ اگر خدانخواستہ آپ کا بچہ دنیاوی آگ کی لپیٹ میں آ جائے اور آہ و بکا کر رہا ہو، اور ہر تدبیر ناکام ہوتی نظر آئے، تو کیا آپ یہ کہہ کر سکون سے بیٹھ جائیں گے کہ ''چھوڑو، اب کوشش کا کوئی فائدہ نہیں؟'' ہرگز نہیں! بلکہ آپ اپنی جان خطرے میں ڈال کر بھی اسے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ یقین کیجیے کہ جہنم کی آگ اس دنیاوی آگ سے کہیں زیادہ ہولناک اور شدید ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآنِ کریم میں صراحت کے ساتھ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچانے کا حکم دیا ہے۔ اگر ہم دنیاوی تکلیف سے بچے کو بچانے کے لیے ہر حد پار کر سکتے ہیں، تو اُخروی نجات کے لیے ہماری تگ و دو اور فکر اس سے کہیں زیادہ ہونی چاہیے۔

ایک اہم اصول :

تربیتِ اولاد کے ضمن میں ایک انتہائی بنیادی اور باریک اصول یہ ہے کہ بچوں کے درمیان کبھی باہم تقابل (Comparison) نہ کریں۔ بالخصوص ان کے سامنے ان کے دیگر بہن بھائیوں کی تعریف اس انداز میں نہ کی جائے جس سے ان کی تحقیر کا پہلو نکلتا ہو مثلاً : ''تم اتنے بڑے ہو کر بھی نالائق ہو، ذرا اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھو وہ تم سے کتنا سمجھدار اور ذوق والا ہے!'' اس جیسے جملے ادا کرنے سے بچوں میں گہرا احساسِ کمتری، حسد اور نفسیاتی الجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں، جو ان کی صلاحیتوں کو دبا دیتی ہیں۔ ہر بچہ اپنی ذات میں منفرد ہوتا ہے اور اس کی صلاحیتوں کا انداز اس کے اپنے مزاج کے مطابق ہونا چاہیے نہ کہ کسی دوسرے سے موازنہ کر کے۔

اسی طرح، بعض خاندانوں میں بیٹے اور بیٹی کے درمیان تفریق اور عدم مساوات کا ایک المیہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ بیٹے کی معمولی سی بات پر ناز اٹھایا جاتا ہے اور اس کی غلطیوں پر بھی پردہ ڈالا جاتا ہے، جب کہ بیٹی کو ذرا ذرا سی بات پر ڈانٹ ڈپٹ، تنقید اور حقارت کا نشانہ بنایا جاتا ہے جیسے وہ کوئی کم تر یا بوجھ ہو۔

یاد رکھیے! یہ رویہ نہ صرف اخلاقی اور نفسیاتی لحاظ سے تباہ کن ہے بلکہ اسلامی تعلیمات اور عدل کے اصولوں کے سراسر خلاف ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اولاد کے درمیان مساوات اور بالخصوص بیٹیوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کی عمدہ تربیت کی بے شمار فضیلتیں بیان فرمائی ہیں اور انہیں رحمت قرار دیا ہے۔ اگر گھر کے اندر بچوں میں مساوات، انصاف اور محبت کا ماحول قائم نہ ہو تو ان کے درمیان بغض، آپسی نااتفاقی اور رویوں میں تلخی جنم لیتی ہے۔ لہٰذا، تمام بچوں کو بلا تفریقِ جنس و عمر یکساں محبت، شفقت اور احترام دیں تاکہ ان کے اندر خود اعتمادی اور باہمی الفت و یگانگت پروان چڑھ سکے۔

دینی تعلیم کی فکر :

تربیتِ اولاد کا ایک لازمی اور نہایت اہم تقاضا یہ ہے کہ گھر کے اندر روزانہ کی بنیاد پر دینی تعلیم و تعلم اور فہمِ دین کا ایک باقاعدہ سلسلہ قائم کیا جائے، خواہ اس کے لیے قلیل وقت (مثلاً پندرہ سے بیس منٹ) ہی کیوں نہ مقرر کیا جائے۔ گھر کے تمام افراد کا ایک جگہ جمع ہو کر دینی ماحول بنانا بچوں کے قلوب پر گہرے نقوش ثبت کرتا ہے۔ اس نشست میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں اور اس کے احسانات کا تذکرہ کیا جائے تاکہ بچوں کے دلوں میں اپنے خالق کی عظمت اور محبت راسخ ہو، قصص القرآن کے ایمان افروز واقعات اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ، مکارمِ اخلاق اور زندگی گزارنے کے سنہرے اصول بچوں کے سامنے پیش کیے جائیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور سلف صالحین کی زندگیوں کے درخشاں پہلوؤں اور ان کے بلند کردار کو بطورِ نمونہ بیان کیا جائے تاکہ بچوں کو اپنے حقیقی ہیروز کی پہچان ہو سکے۔

جب گھروں میں روزانہ قرآن و حدیث کی نصوص کی تلاوت اور تزکیہ کی باتیں ہوں گی تو وہاں سے جہالت، بغض اور بے حیائی کے اندھیرے چھٹ جائیں گے۔ اس مبارک عمل سے نہ صرف بچوں کی پختہ دینی تربیت ہوگی اور ان کے اخلاق سنوریں گے، بلکہ گھر کے پورے ماحول میں برکت، سکون اور الفت کا نزول ہوگا، جو آج کے پرفتن دور میں ہماری نسلوں کی ایمانی حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے۔

رزقِ حلال کی اہمیت :

اس کے ساتھ ساتھ، تربیتِ اولاد میں رزقِ حلال کی اہمیت کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اولاد کے اخلاق، سوچ اور دینی رغبت پر لقمۂ حلال کا گہرا اور براہِ راست اثر ہوتا ہے، لقمۂ حلال بچے کے باطن کو منور کرتا ہے، ان کے قلوب کو پاکیزہ بناتا ہے اور اس میں نیکی قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔ اس کے برعکس، مشتبہ یا حرام مال سے پلی ہوئی اولاد میں نافرمانی، چڑچڑاپن اور دین سے دوری کے اثرات ظاہر ہونے

لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین اپنی اولاد کی تربیت کی شروعات ہی پاکیزہ اور حلال روزی سے کیا کرتے تھے تاکہ ان کی رگوں میں دوڑنے والا خون نیکی اور تقویٰ کی طرف راغب ہو۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری اولاد دین اور دنیا دونوں میں کامیاب اور ہمارے لیے صدقۂ جاریہ بنے، تو روزی کی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ ان کی جذباتی اور نفسیاتی ضرورتوں کو سمجھتے ہوئے ڈانٹ ڈپٹ کے بجائے حکمت، پیار اور بہترین عملی نمونہ بن کر ان کی رہنمائی کرنا ہوگی۔

حرف آخر:

والدین پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی صحبت، ان کے دوستوں کی نشست و برخاست اور اردگرد کے ماحول پر کڑی نظر رکھیں، اور حد سے زیادہ بے جا لاڈ پیار سے گریز کریں۔ تربیتِ اولاد میں اصل حکمت اعتدال اور توازن قائم رکھنے میں ہے۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں کے سامنے صرف حاکم بننے کے بجائے ایک مشفق، ناصح اور مصلح دوست کا روپ دھاریں، تاکہ بچے بلا جھجھک اپنے مسائل اور الجھنیں ان سے شیئر کر سکیں۔ نہ تو بچوں کو اس قدر بے لگام چھوڑ دیا جائے کہ وہ راہِ راست سے بھٹک جائیں، اور نہ ہی ان پر اتنی سختی اور درشتی روا رکھی جائے کہ وہ بغاوت یا احساسِ کمتری کا شکار ہو جائیں۔

رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''کسی باپ نے اپنی اولاد کو کوئی عطیہ اور تحفہ حسنِ ادب اور اچھی سیرت سے بہتر نہیں دیا'' (جامع الترمذی، رقم الحدیث: 1952)۔

زندگی کے تمام تر معاملات میں — خواہ ان کا تعلق فکری و نظریاتی تربیت سے ہو یا عملی و اخلاقی رہنمائی سے — توازن و اعتدال ہی ہمارے دین کا بنیادی اخلاقی تقاضا ہے۔ اسی معتدل طرزِ زندگی اور مخلصانہ تربیت میں دنیاوی عافیت بھی ہے اور قلبی سکون بھی اور یہی وہ بنیاد ہے جو ہماری اولاد کو دنیا میں ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور آخرت میں ہمارے لیے توشۂ نجات بنا سکتی ہے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری نسلوں کی حفاظت فرمائے، ہماری اولاد کو نیک، صالح اور قرۃ العین بنائے اور انہیں ہمارے لیے دنیا و آخرت میں صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین، یا رب العالمین!

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْأَمِيرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. (صحيح البخاری، رقم الحدیث: 5200)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ امیر (حاکم) ہے، مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر حاکم ہے۔ تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ
محدثانہ عبقریت، علمی میراث اور ملی خدمات

امین اللہ معاویہ
فاضل جامعہ الصفہ، معاون شعبۂ تصنیف و تالیف قرآن اکیڈمی یاسین آباد

ولادت اور خاندانی پس منظر:

برصغیر کی علمی تاریخ میں بعض شخصیات ایسی گزری ہیں جن کی عظمت کا اندازہ صرف ان کی تصانیف سے نہیں، بلکہ ان کے علمی استحضار، قوتِ حافظہ، وسعتِ مطالعہ اور طرزِ استدلال سے ہوتا ہے۔ ان شخصیات میں حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہایت نمایاں ہے۔ آپ علومِ اسلامیہ، بالخصوص علمِ حدیث میں غیر معمولی مقام رکھتے تھے۔ قرآن و حدیث، فقہ، عقائد اور دیگر دینی علوم میں آپ کی گہری بصیرت نے اہلِ علم کو متاثر کیا۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ 27 شوال 1292ھ مطابق 26 نومبر 1875ء میں کشمیر کے علاقے لولاب کے گاؤں دودھواں میں ایک علمی سادات خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا سید معظم علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اہلِ علم و فضل میں شمار ہوتے تھے۔ خاندان میں دینی علم اور علمی ذوق کی روایت موجود تھی، جس کے اثرات علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تربیت میں بھی نمایاں ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اور علمی سفر:

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کم عمری ہی میں حصولِ تعلیم کا آغاز کر دیا تھا۔ تقریباً ساڑھے چار سال کی عمر میں اپنے والد سے قرآنِ کریم پڑھنا شروع کیا اور غیر معمولی ذہانت و حافظے کی بدولت بہت جلد ابتدائی نصابی کتابیں پڑھ لیں۔ قرآنِ کریم کے ساتھ فارسی کی تعلیم بھی حاصل کی، پھر عربی اور دیگر علوم کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے ہزارہ کے مختلف علما سے استفادہ کیا اور تقریباً تین سال تک وہاں علومِ عربیہ اور دیگر فنون کی تحصیل میں مصروف رہے۔ اس دوران آپ کی علمی استعداد میں پختگی پیدا ہوئی، لیکن اعلیٰ تعلیم کی جستجو نے آپ کو ایک ایسے علمی مرکز کی طرف متوجہ کیا جہاں اس زمانے کے ممتاز علما تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

چنانچہ 1893ء میں آپ دارالعلوم دیوبند پہنچے۔ اس وقت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ وہاں تدریس اور علمی رہنمائی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے استفادہ کیا اور حدیث، تفسیر اور دیگر اسلامی علوم کی تکمیل کی۔ آپ کی غیر معمولی ذہانت، علمی انہماک اور قوتِ حافظہ نے اساتذہ کی توجہ حاصل کی۔ 1314ھ مطابق 1896ء میں تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے حدیث کی سند حاصل کی اور ان کی علمی و روحانی تربیت سے بھی فیض یاب ہوئے۔ اس طرح آپ کی علمی شخصیت میں دارالعلوم دیوبند کی مستند علمی روایت اور اکابرِ تصوف کا فکری اعتدال پوری طرح راسخ ہو گیا۔

تدریسی زندگی کا آغاز:

تعلیم مکمل کرنے کے بعد علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے عملی زندگی کا آغاز تدریس سے کیا۔ آپ دہلی کے مدرسہ امینیہ سے وابستہ ہوئے اور وہاں تدریسی خدمات انجام دیں۔ یہ آپ کی علمی زندگی کا ابتدائی دور تھا، جس میں آپ نے اپنے علمی ذوق اور تدریسی صلاحیتوں کو عملی صورت دی۔

1903ء میں آپ اپنے وطن کشمیر واپس گئے اور وہاں ''مدرسہ فیضِ عام'' قائم کیا۔ اس ادارے کے قیام کا مقصد علاقے میں دینی تعلیم کو فروغ

دینا اور طلبہ کے لیے علومِ اسلامیہ کے حصول کی راہیں آسان بنانا تھا۔ یہ اقدام اس بات کی علامت تھا کہ آپ علم کو محض اپنی ذات تک محدود رکھنے کے بجائے اسے عام کرنے اور نئی نسل کی علمی تربیت کو بھی اہم سمجھتے تھے۔

1905ء مطابق 1323ھ میں آپ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے حجازِ مقدس تشریف لے گئے۔ اس سفر کے دوران کچھ مدت وہاں قیام کیا اور علمی استفادے کے ساتھ کتب خانوں میں موجود علمی ذخیرے سے بھی فائدہ اٹھایا۔ حجاز میں قیام نے آپ کے مطالعے کے دائرے کو مزید وسعت دی اور علمی تحقیق کے لیے نئے مواقع فراہم کیے۔

دارالعلوم دیوبند میں واپسی اور تدریسی خدمات :

1909ء میں علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ دوبارہ دیوبند تشریف لائے۔ آپ کے استاد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دارالعلوم دیوبند میں قیام اور تدریس کی ترغیب دی۔ اس کے بعد آپ نے اس عظیم علمی ادارے میں حدیث کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ طلبہ کی علمی تربیت میں صرف کیا۔ آپ نے ایک مدت تک بغیر مشاہرے کے کتبِ حدیث کی تدریس کے فرائض انجام دیے۔ یہ خدمت آپ کے علمی ذوق، اخلاص اور علمِ دین سے گہری وابستگی کی عکاس تھی۔ آپ کے نزدیک تدریس محض ذریعۂ معاش نہیں، بلکہ دین کی خدمت، علومِ نبوت کی اشاعت اور اہلِ علم کی تیاری کا ایک اہم فریضہ تھی۔

1915ء کے اواخر میں جب حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریکی و سیاسی سرگرمیوں میں مصروفیات کی بنا پر حجاز جانے کا فیصلہ فرمایا تو انہوں نے علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو دارالعلوم دیوبند میں تدریسی ذمہ داریوں کے لیے اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ بعدازاں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ گرفتار ہوئے اور انہیں جزیرہ مالٹا میں قید رکھا گیا۔ ان کی غیر موجودگی میں علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت تندہی اور محنت سے دارالعلوم دیوبند میں تدریسی ذمہ داریاں سنبھالیں اور صدر المدرسین و شیخ الحدیث کی حیثیت سے سن 1927ء تک خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کی تدریس میں علمی گہرائی، دلائل کی قوت، مسائل کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ اور احادیث کے باہمی ربط کی وضاحت نمایاں تھی۔ آپ کے درس میں حدیث کے متن، اس کے مفہوم، فقہی نتائج اور دیگر روایات سے اس کے تعلق پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے حلقۂ درس سے وابستہ طلبہ نہ صرف حدیث کے علوم میں استفادہ کرتے، بلکہ استدلال اور علمی تحقیق کے اسلوب سے بھی واقف ہوتے تھے۔

ڈابھیل میں قیام اور آخری ایام :

1927ء کے اوائل میں بعض انتظامی اختلافات کے پس منظر میں علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیوبند کی تدریسی ذمہ داریوں سے علیحدگی اختیار کی اور گجرات کے علاقے ڈابھیل میں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین سے وابستہ ہو گئے۔ وہاں آپ نے سن 1351ھ مطابق 1932ء تک درسِ حدیث کا سلسلہ جاری رکھا اور طلبہ کو اپنے علمی فیض سے مستفید کرتے رہے۔ ڈابھیل میں آپ کا قیام آپ کی زندگی کا آخری اہم علمی مرحلہ تھا۔ اگرچہ دارالعلوم دیوبند سے علیحدگی کے بعد آپ کے تدریسی ماحول میں تبدیلی آگئی تھی، لیکن علمِ حدیث کی خدمت اور طلبہ کی تربیت کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ کی علمی مجالس میں حدیث، فقہ اور دیگر اسلامی علوم کے اہم مباحث زیرِ بحث آتے تھے۔

1933ء میں آپ بیمار ہوئے اور علاج کے لیے دیوبند تشریف لے آئے۔ بالآخر اسی سال 3 صفر 1352ھ، مطابق 28 مئی 1933ء کو دیوبند میں وفات پائی۔ آپ کی وفات سے برصغیر کی علمی دنیا ایک ایسے محدث اور مدرس سے محروم ہو گئی جنہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ علومِ نبوت کی تدریس اور اہلِ علم کی تربیت میں صرف کیا تھا۔ آپ کے دو صاحبزادے، حافظ محمد ازہر شاہ قیصر رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، بھی علمی و ادبی میدان سے وابستہ رہے۔ ان کے ذریعے بھی خاندان کی علمی روایت آگے بڑھی۔

علمِ حدیث میں مقام و مرتبہ :

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو علمِ حدیث میں ان کی غیر معمولی مہارت اور احادیث کے وسیع ذخیرے پر گہری دسترس تھی۔ آپ کا حافظہ بے مثال تھا اور آپ علمی مباحث میں متعلقہ روایات، ان کے طرق اور محدثین کے اقوال کو بروقت پیش کرنے کی

حیرت انگیز صلاحیت رکھتے تھے۔ تاہم، آپ کی عظمت صرف قوتِ حافظہ تک محدود نہ تھی، بلکہ آپ احادیث کے معانی، ان کے علمی پس منظر اور دقیق فقہی نتائج پر بھی عمیق نظر رکھتے تھے۔ آپ کے علمی منہج میں روایت اور درایت، نقل اور استدلال، نیز حدیث اور فقہ کے باہمی تعلق کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ خاص طور پر فقہِ حنفی کے مسائل اور اختلافی مباحث کی تہہ تک پہنچ کر آپ جامع جائزہ لیتے تھے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ حدیث کی ایک امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ آپ محض روایتی تشریح پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ حدیث کے معانی کو عصرِ حاضر کے فلسفیانہ اور کلامی چیلنجز کے تناظر میں پیش کرتے تھے۔ آپ نے یورپی افکار اور جدید سائنسی نظریات کا گہرا مطالعہ کر رکھا تھا، جس کی وجہ سے آپ کے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنے والے جوابات طلبہ اور اہلِ علم کے لیے نہایت اطمینان بخش ہوتے تھے۔ مغرب سے آنے والے الحادی فتنوں اور عقلیت پسندی کے طوفان کے سامنے آپ نے احادیثِ نبویہ کی حجیت اور حقانیت کو جدید اسلوبِ استدلال سے ثابت کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا حلقۂ درس صرف ایک درسی کلاس نہیں تھا، بلکہ وہ جدید وقدیم علوم کا ایک ایسا سنگم تھا جہاں سے اٹھنے والے تلامذہ فکری اور اعتقادی محاذ پر اسلام کا دفاع کرنے کے مکمل اہل بن کر نکلتے تھے۔

آپ نے روایتی جمود کو توڑ کر حدیث کی تشریح میں معقولات اور منقولات کا ایسا بہترین امتزاج پیش کیا کہ معاصرین بھی آپ کی علمی امامت کے معترف ہوئے۔ علامہ رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر نے آپ کو 'چلتا پھرتا کتب خانہ' قرار دیا۔ بلا مبالغہ، آپ نے برصغیر میں علمِ حدیث کو ایک نئی فکری جہت دی۔

تصنیفی خدمات اور علمی ورثہ:

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی عظمت کے باوجود آپ کی اپنی تصنیفات کی تعداد آپ کے علمی مقام کے مقابلے میں نسبتاً کم ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ کا زیادہ وقت تدریس، علمی مباحث اور طلبہ کی تربیت میں گزرتا تھا۔ آپ کی بہت سی علمی تحقیقات اور تشریحات درسی تقریروں کی صورت میں سامنے آئیں، جنہیں بعد میں آپ کے تلامذہ اور مستفیدین نے مرتب کر کے شائع کیا۔

آپ کی معروف علمی تصانیف میں درج ذیل کتابیں خاص اہمیت رکھتی ہیں:

1۔ فیض الباری علی صحیح البخاری:

یہ صحیح بخاری کے دروس پر مشتمل ایک اہم عربی شرح ہے، جسے علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی تقریروں سے مرتب کیا گیا۔ اس کی تدوین میں مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ اس کتاب میں احادیث کے معانی، فقہی مباحث اور علمی استدلال کے متعدد پہلو سامنے آتے ہیں۔

2۔ العرف الشذی علی جامع الترمذی:

یہ جامع ترمذی پر علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے درسی افادات اور علمی مباحث کا مجموعہ ہے، جسے آپ کے تلامذہ نے درسی نوٹس کی صورت میں مرتب کیا۔ اس میں حدیثی اور فقہی مسائل پر علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی تحقیق اور انوکھے استدلال کے قیمتی نمونے ملتے ہیں۔

3۔ مشکلات القرآن:

قرآنِ کریم کے بعض علمی مباحث اور مشکل مقامات کی توضیح سے متعلق یہ کتاب آپ کی قرآنی بصیرت اور علمی وسعت کی عکاس ہے۔

4۔ انوار الباری شرح صحیح البخاری:

یہ اردو زبان میں صحیح بخاری کی شرح ہے، جسے آپ کی علمی تقریروں کی بنیاد پر مرتب کیا گیا۔ اس کی تدوین میں آپ کے داماد مولانا احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام نمایاں ہے۔

ان تصانیف کے ذریعے علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی منہج، حدیث فہمی اور استدلالی اسلوب کو محفوظ کرنے میں مدد ملی۔

1929ء میں دہلی میں مجلسِ علمی کے قیام کے بعد علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی میراث کو جمع کرنے اور آپ کی تصانیف کی اشاعت کے لیے بھی کوششیں ہوئیں۔ اس طرح آپ کی درسی تقریریں اور علمی تحقیقات محدود حلقوں سے نکل کر وسیع علمی دنیا تک پہنچیں۔

تلامذہ اور علمی فیض :

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا ایک روشن پہلو آپ کے تلامذہ ہیں۔ آپ کے حلقۂ درس سے متعدد ایسے علما نے استفادہ کیا جنھوں نے بعد میں تدریس، تصنیف، تفسیر، حدیث اور دعوت و اصلاح کے میدانوں میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

آپ کے معروف تلامذہ میں مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد میاں دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ آپ کے تلامذہ نے اپنے اپنے علمی میدانوں میں نمایاں خدمات انجام دیں اور برصغیر کی دینی و علمی روایت کو آگے بڑھایا۔ یوں علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا فیض آپ کے دروس و تصانیف کے ساتھ ساتھ آپ کے شاگردوں کے ذریعے بھی جاری رہا۔ آپ کے بعض تلامذہ اور مستفیدین نے آپ کی علمی تقریروں کو مرتب کرکے محفوظ کیا، جس سے آپ کے دروس سے بعد کی نسلوں کے استفادہ کی راہ ہموار ہوئی۔

دینی و ملی مسائل میں دلچسپی :

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی سرگرمیاں صرف حدیث و فقہ کی تدریس تک محدود نہیں تھیں۔ آپ اپنے عہد کے دینی اور فکری مسائل سے بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے عقائد، دینی تشخص اور علمی روایت کے دفاع کو اہم سمجھتے تھے اور ضرورت کے وقت علمی دلائل کے ذریعے اپنا موقف واضح کرتے تھے۔ خصوصاً عقیدۂ ختمِ نبوت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول سے متعلق مباحث میں آپ کی علمی خدمات نمایاں ہیں۔ اس سلسلے میں آپ نے ایسی تصانیف اور علمی تحقیقات پیش کیں جن میں قرآنی آیات، احادیثِ نبویہ اور دیگر علمی دلائل کی روشنی میں اسلامی عقائد کی وضاحت کی گئی۔ ان میں دو اہم تصانیف کا ذکر خصوصیت سے کیا جاتا ہے :

1۔ ''عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام''

اس کتاب میں علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور قربِ قیامت میں ان کے نزول سے متعلق اسلامی عقیدے پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اس ضمن میں آپ نے قرآنی نصوص، مستند احادیث اور ٹھوس عقلی و کلامی دلائل سے استدلال کرتے ہوئے منکرینِ حیاتِ مسیح کے اعتراضات کا محققانہ جائزہ لیا اور اس اسلامی عقیدے کی حقانیت کو واضح کیا ہے۔

2۔ ''خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''

اس تصنیف میں عقیدۂ ختمِ نبوت کی توضیح اور اس کے دلائل کو نمایاں کیا گیا ہے۔ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے واضح کیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ اس موضوع پر آپ کی علمی کاوشیں اس بات کی عکاس ہیں کہ آپ دینی عقائد کے تحفظ اور ان کی علمی توضیح کو اہم ذمہ داری سمجھتے تھے۔

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ان علمی خدمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک علم کا مقصد محض علمی مباحث کی تکمیل نہیں، بلکہ اسلامی عقائد کی وضاحت، ان کے دلائل کی تشریح اور پیدا ہونے والے فکری اشکالات کا علمی جواب دینا بھی تھا۔ آپ نے اپنے عہد کے دینی مسائل کا سامنا اپنے علمی منہج کے مطابق کیا اور استدلال و تحقیق کو بنیادی اہمیت دی۔

اسی طرح آپ کی ملی خدمات کا عروج ''مقدمہ بہاولپور'' میں بھی ہمیں دیکھنے کو ملتا ہے، جہاں آپ نے شدید علالت کے باوجود عدالت میں حاضر ہو کر قادیانیت کے خلاف ایسی ٹھوس علمی و شرعی شہادت پیش کی جس نے قادیانی عقائد کے بطلان کو واضح اور مسلمانوں کے مؤقف کو مدلل انداز میں ثابت کیا۔ آپ کی یہ جرأت مندانہ علمی جدوجہد تحفظِ ختمِ نبوت کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے، جو دینِ حق کے دفاع میں آپ کی غیر معمولی استقامت، حمیتِ دینی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی دیتا ہے۔

علمی مقام کا اعتراف اور عرب دنیا میں تعارف :

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام اور خدمات کو برصغیر کے علاوہ عالمِ اسلام کے اہلِ علم نے بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ علامہ محمد اقبال کے

بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر تعزیتی تقریب کا اہتمام کیا اور اس موقع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گزشتہ پانچ سو سال کا ''عظیم ترین عالمِ دین'' قرار دیا۔ اسی طرح مصری عالم محمد رشید رضا سے بھی علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی عظمت کے اعتراف میں یہ قول منسوب ہے :

مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هٰذَا الْأُسْتَاذِ الْجَلِيلِ! ''میں نے اس جلیل القدر استاد جیسا کوئی عالم نہیں دیکھا''۔

شام کے نامور محدث شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ بھی علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام، غیر معمولی حافظے اور تصانیف کے بڑے مداح اور قدردان تھے۔ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے نزولِ مسیح علیہ السلام سے متعلق احادیث و آثار کو جمع کرنے کا علمی کام کیا، جسے آپ کے تلمیذِ خاص مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''التصريح بما تواتر في نزول المسيح'' کے نام سے مرتب کیا۔ بعد ازاں شیخ ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالے پر عربی زبان میں گراں قدر تحقیق، تخریج اور حواشی کا کام کیا۔ شیخ ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس علمی کاوش کے نتیجے میں اصل مختصر رسالہ پونے چار سو (370 سے زائد) صفحات کی ایک مفصل اور ضخیم کتاب کی صورت اختیار کر گیا۔

اس تحقیق نے نزولِ مسیح علیہ السلام کے موضوع پر علمی مباحث کو واضح کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ بالخصوص ایسے ماحول میں، جب بعض عرب علما بھی اس عقیدے کے بارے میں تردد یا انکار کا شکار تھے، شیخ ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کو عرب دنیا کے اہلِ علم کے سامنے پیش کیا۔ اس طرح ان کی علمی کاوش سے نہ صرف علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق سے استفادے کی راہیں کھلیں، بلکہ علمائے برصغیر کی علمی خدمات سے عرب دنیا کے علما کو متعارف کرانے میں بھی مدد ملی۔

شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی عبقریت، قوتِ حافظہ اور علمی جلالت کو عرب دنیا میں متعارف کرانے کے لیے آپ کی سوانحِ حیات پر عربی زبان میں ایک رسالہ بھی تحریر کیا۔ اس میں انہوں نے علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کے غیر معمولی علمی کمالات، ذوقِ مطالعہ اور یادداشت کو دیکھ کر انہیں ''بچپن کا عبقری'' (Child Prodigy) قرار دیتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے غیر معمولی علمی سفر کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ شیخ ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کاوش اس بات کی مثال ہے کہ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی عظمت اور حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو برصغیر سے باہر بھی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

علمی عظمت اور ہمارے لیے سبق :

علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ علم کی حقیقی عظمت صرف معلومات کی کثرت میں نہیں، بلکہ گہرے مطالعے، مضبوط استدلال، اخلاص اور مسلسل علمی محنت میں پوشیدہ ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کو حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدریس، اسلامی علوم کی تحقیق اور طلبہ کی تربیت کے لیے وقف کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی علمی خدمات آپ کی وفات کے بعد بھی اہلِ علم کے لیے استفادے کا ذریعہ بنی رہیں۔

آپ کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپ نے تدریس کو محض رسمی سرگرمی نہیں سمجھا، بلکہ اسے علمی امانت کی منتقلی اور نئی نسل کی تیاری کا ذریعہ بنایا۔ آپ کے تلامذہ نے آپ کے دروس کو محفوظ کر کے اس امانت کو آگے پہنچایا اور آپ کے علمی منہج سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے اپنے میدانوں میں خدمات انجام دیں۔ اسی طرح آپ کی زندگی یہ بھی بتاتی ہے کہ علمی مقام کے حصول کے لیے ابتدائی عمر سے محنت، اساتذہ سے استفادہ، مطالعے میں انہماک اور علم کے ساتھ وفاداری ضروری ہے۔ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان اوصاف کو اپنی عملی زندگی میں نمایاں کیا اور علمِ حدیث کی خدمت میں ایک ممتاز مقام حاصل کیا۔

بلاشبہ علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کی علمی تاریخ کی ان عظیم شخصیات میں سے ہیں جن کی علمی میراث آج بھی اہلِ علم کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ آپ کی زندگی کا پیغام یہ ہے کہ علم جب اخلاص، تحقیق اور عمل کے ساتھ وابستہ ہو جائے تو اس کے اثرات ایک فرد سے بڑھ کر نسلوں تک پہنچتے ہیں۔

لمحوں کی امانت (دوسری قسط)

حافظ حذیفہ محمود

فاضل جامعہ الصفہ واستاذ قرآن اکیڈمی یاسین آباد

وقت کی قدر کا آخری احساس :

انسان کو وقت کی اصل قدر اس وقت معلوم ہوتی ہے جب وہ ہاتھ سے نکل چکا ہوتا ہے۔ قرآن نے قیامت کے دن مجرموں کی حالت کی جو تصویر کھینچی ہے اس میں اسی پچھتاوے کی جھلک ہے۔ سورۃ السجدہ میں ارشاد ہے :

وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ [السجدة: 12]

''اور کاش تم وہ منظر دیکھو جب یہ مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے (اور کہہ رہے ہوں گے) : اے ہمارے پروردگار! ہماری آنکھیں اور کان کھل گئے، اس لیے ہمیں (دنیا میں) دوبارہ بھیج دیجیے تاکہ ہم نیک عمل کریں، ہمیں اب پورا یقین آچکا ہے''۔

موت کے وقت بھی یہی آرزو زبان پر آئے گی، مگر اس وقت مہلت ختم ہو چکی ہوگی :

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا [المؤمنون: 99.100]

''(یہ لوگ اپنی روش پر رہیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجائے گی تو کہے گا : اے میرے رب! مجھے واپس بھیج دیجیے، تاکہ جو (وقت اور مال) میں چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک عمل کرلوں۔ ہرگز نہیں! یہ تو بس ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے''۔

سورۃ فاطر میں جہنمیوں کی چیخ و پکار کے جواب میں اللہ تعالیٰ ایک نہایت سنجیدہ سوال فرمائے گا :

اَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ [الفاطر: 37]

''کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس میں کوئی سوچنے والا سوچ سکتا تھا؟ اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آچکا تھا''۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو حکم دیا کہ موت سے پہلے پہلے اپنی مہلت کو غنیمت جانیں : ''اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور وہ کہے : اے میرے رب! آپ نے مجھے تھوڑی سی مدت اور کیوں نہ دے دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا؟ اور اللہ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دیتا جب اس کا مقررہ وقت آجائے'' [المنافقون: 10.11]۔ اور جو شخص آج اپنی مہلت کی قدر نہیں کرتا، قیامت کے دن وہ یہ حسرت کرتا نظر آئے گا : ''کاش! میں نے اپنی (اس) زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا'' [الفجر: 24]۔

اسلام کی خوبی : لایعنی کو چھوڑ دینا

رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیثِ مبارکہ میں مسلمان کے اسلام کی خوبی کو ایک جامع جملے میں سمیٹ دیا :

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ (جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2317)

''کسی شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی اور بے فائدہ باتوں کو چھوڑ دے''۔

جو مسلمان اسلام کا نام لیوا ہے، اس کے مسلمان ہونے کی متعدد خوبیوں میں سے ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات پر عمل کی برکت سے فضولیات سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ ''ما لا یعنیہ'' (جو اس کے کام کا نہیں) کا دائرہ بہت وسیع ہے : غیر ضروری گفتگو، بے فائدہ بحثیں، دوسروں کی ٹوہ، وقت گزاری کے مشاغل اور وہ سب کچھ جس کا نہ دین میں فائدہ ہے نہ دنیا میں۔ اسی سے متعلق ایک اور حدیث میں ہے :

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ (متفق علیہ)

''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے''۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ایسی مجلسوں پر بھی متنبہ فرمایا جو ذکرِ الٰہی سے خالی گزر جائیں کہ ایسی مجلس قیامت کے دن ان لوگوں کے لیے حسرت کا سبب بنے گی۔

قیامت کے دن عمر کا سوال :

وقت کی جواب دہی کے بارے میں سب سے صریح رہنمائی وہ حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ قیامت کے دن بندہ چار چیزوں کے بارے میں پوچھ گچھ کے بغیر اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے گا :

لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ (جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2417)

''قیامت کے دن بندے کے قدم اس وقت تک نہیں ہٹ سکیں گے جب تک اس سے چار باتیں نہ پوچھ لی جائیں : اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں گنوایا؟ اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کیا عمل کیا؟ اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اسے کس کام میں کھپایا؟''

ان چاروں سوالوں کا گہرا تعلق وقت سے ہے : ''عمر'' خود وقت ہے، ''جسم'' کو کھپانا وقت اور توانائی کا استعمال ہے، ''علم'' پر عمل کرنا وقت کی پابندی مانگتا ہے، اور ''مال'' کی کمائی اور خرچ دونوں میں وقت لگتا ہے۔ سب سے پہلا اور جامع سوال ہی عمر کا ہے، گویا پوچھا جائے گا کہ زندگی کے وہ سب لمحے کہاں خرچ ہوئے۔

دنیا میں مسافر کی طرح :

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 6416)

''دنیا میں ایسے رہو گویا تم اجنبی ہو یا راہ چلتے مسافر''۔ (حدیث کے آخر میں حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے :) ''جب شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو، اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو، اپنی صحت سے اپنی بیماری کے لیے، اور اپنی زندگی سے اپنی موت کے لیے (کچھ) لے لو''۔

مسافر کی پہچان یہ ہے کہ وہ سفر کے وقت کو ضائع نہیں کرتا کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ منزل اس کا انتظار کر رہی ہے۔ جو شخص آج کا کام کل پر ٹالتا ہے اسے کیا معلوم کہ اسے کل نصیب ہوگا بھی یا نہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے موت کو کثرت سے یاد کرنے کی تاکید فرمائی جو لذتوں کو ختم کر دینے والی ہے (جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2307)۔

دو بڑی نعمتیں اور انسانی نفسیات :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 6412)

''دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ دھوکے (اور خسارے) میں ہیں : صحت اور فرصت''۔

صحت اور فرصت دو عظیم نعمتیں ہیں، اور ان کی عظمت وہ لوگ زیادہ جانتے ہیں جو برسوں سے بیماری میں مبتلا ہیں، یا وہ جو بے جا مصروفیت کی وجہ سے اپنے گھر والوں کو بھی وقت نہیں دے پاتے۔ نبی علیہ السلام کا یہ عظیم فرمان اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ یہ دو نعمتیں ہیں تو بہت بڑی، مگر ان کے متعلق دھوکہ بھی ایسا لگتا ہے کہ انسان بس یہ سمجھتے ہوئے اپنے روز و شب گزارتا ہے کہ یہ نعمتیں ہمیشہ میرے ساتھ رہیں گی اور میں یونہی صحت مند رہوں گا۔ حالانکہ انسان کی صحت دن بہ دن ڈھلتی جاتی ہے۔ ایک اٹھارہ سالہ لڑکے کے بدن میں جو چستی ہوتی ہے وہ چالیس سالہ مرد میں نہیں رہتی۔

آپ ﷺ کا اشارہ اس جانب ہے کہ اپنی صحت کی قدر کرو اور اپنے بدن کی قوت کو آج ہی سے دین، دنیا اور آخرت کی بھلائی کے کاموں میں لگا دو۔ نہ جانے کل پرسوں تمہاری صحت کیسی رہے۔ اس مغالطے سے نکلو کہ تمہارے اندر جو قوت اور طاقت آج موجود ہے وہ ہمیشہ رہے گی۔ عنقریب نظر کمزور،

دماغ شل، یادداشت غائب، نقل و حرکت محدود اور چلنے پھرنے سے معذوری ہو جائے گی۔ بلڈ پریشر، شوگر، دل، جگر اور معدے کے امراض کی ایک فہرست ہے جو تمہیں گھیر لے گی، اور تم اپنے علاج معالجے میں اس قدر مصروف ہو جاؤ گے کہ کسی اور کام کے کرنے کا خیال بھی مشکل سے آئے گا۔

اسی طرح فرصت کے جو لمحات آج میسر ہیں وہ ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جیسے جیسے وقت گزرتا ہے ہماری مصروفیت بڑھتی جاتی ہے اور پھر ہم زندگی کے انہی لمحات کو یاد کر کے خود کو کوستے ہیں کہ کاش میں نے فرصت کے ان لمحات کی کچھ قدر کی ہوتی اور اپنے وقت کو کسی بہتر مشغلے میں لگایا ہوتا۔ آج جب میں بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں اور کر بھی سکتا ہوں تو زندگی کے جھمیلے مجھے کچھ اور کرنے ہی نہیں دیتے۔ فرصت کو زیادہ کمانے اور زیادہ عیش و آرام کے چکر میں مت گنواؤ، بلکہ ان لمحات کو زیادہ سے زیادہ اپنی آخرت بنانے میں لگا دو، ورنہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمہارے پاس اسباب کی بھرمار ہوگی لیکن ان سے لطف اندوز ہونے کا وقت نہیں ہوگا۔

اسی مضمون کو نبی کریم ﷺ نے ایک اور جامع نصیحت میں پانچ چیزوں کی صورت میں بیان فرمایا:

اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: 7846)۔

''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو: جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، مال داری کو فقر سے پہلے، فرصت کو مصروفیت سے پہلے، اور زندگی کو موت سے پہلے''۔

یہ حدیث وقت کی ہر حالت کو دو خانوں میں بانٹ دیتی ہے: ایک وہ حالت جو آج میسر ہے، اور دوسری وہ جو کل چھن سکتی ہے۔ عقل مند وہ ہے جو آج کی میسر حالت میں وہ کام نمٹا لے جو کل شاید اس کے بس میں نہ رہیں۔ حتیٰ کہ اسلام نے کام کے جذبے کو اس حد تک اہمیت دی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر قیامت قائم ہو رہی ہو اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو تو اگر وہ قیامت قائم ہونے سے پہلے اسے لگا سکتا ہے تو لگا دے (مسند احمد، حدیث 12981)۔ یعنی آخری سانس تک بھی وقت کو نیکی اور تعمیر میں لگاتے رہو۔

موبائل اور فضولیات: عصرِ حاضر کا سب سے بڑا وقت چور

موجودہ دور میں ہمارے وقت کو ضائع کرنے والی سب سے بڑی چیز کوئی دور موجود شے نہیں، بلکہ ہم سب کی جیبوں میں موجود ''موبائل'' کی صورت میں ایک چھوٹا سا آلہ ہے جو ہمیں وقت بے وقت اپنے ساتھ مصروف کر لیتا ہے۔ ہم لاشعوری طور پر اس کے اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ اس کے بغیر زندگی ادھوری معلوم ہوتی ہے۔ موبائل کے فوائد اپنی جگہ مسلّم ہیں، لیکن ان دو چار فوائد کے چکر میں ہمارے عقائد و نظریات، عبادات و ریاضت، اخلاق و اقدار، معاشرتی تعلقات اور سب سے بڑھ کر ہماری زندگی اور ہمارا وقت اس بلا جیسی ایجاد نے تہس نہس کر دیا ہے۔ اس نے پوری انسانیت کو ایک سوشل میڈیائی مصنوعی انسان میں بدل دیا ہے جو ریلز اور ویڈیوز دیکھتے ہوئے اپنے ناقابلِ واپسی وقت کو بدترین درجے میں ضائع کرتا جا رہا ہے۔

قرآن و سنت کی روشنی میں اس مسئلے کو تین زاویوں سے دیکھنا ضروری ہے۔ پہلا زاویہ جواب دہی کا ہے۔ قرآن نے فرمایا:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا [الاسراء: 36]

''اور جس بات کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو، بے شک کان، آنکھ اور دل، ان سب سے پوچھ گچھ ہوگی''۔

موبائل کی اسکرین پر جو کچھ ہم گھنٹوں دیکھتے اور سنتے ہیں وہ آنکھ اور کان ہی کے راستے دل تک پہنچتا ہے، اور قیامت کے دن ان تینوں سے پوچھا جائے گا کہ انہیں کہاں لگایا۔ دوسرا زاویہ ذکرِ الٰہی سے غفلت کا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ [المنافقون: 9]

''اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ خسارے میں رہنے والے ہیں''۔

جب مال اور اولاد جیسی جائز اور محبوب چیزیں بھی ذکرِ الٰہی سے غافل کر دینے پر خسارے کا سبب بن سکتی ہیں تو وہ مشغلے جن میں فائدہ کم اور ضیاع زیادہ ہو، ان کا معاملہ کیا ہوگا؟ تیسرا زاویہ نیکی کے مواقع کا ضیاع ہے۔ وہ گھنٹے جو ریلز کی نذر ہو گئے، اگر تلاوت، مطالعے، ذکر، والدین کی خدمت یا اہلِ خانہ کے ساتھ گزرتے تو نامۂ اعمال کا رخ ہی مختلف ہوتا۔ حدیث میں ہے کہ ذکر کرنے والے اور نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ جیسی ہے (صحیح بخاری، رقم الحدیث: 6407)۔

اس کا مطلب موبائل اور ٹیکنالوجی کو مطلقاً حرام قرار دینا نہیں۔ اصل سوال مقصد اور مقدار کا ہے۔ اگر موبائل علم، رابطے، دعوت اور جائز ضرورت کا ذریعہ ہے تو نعمت ہے، اور اگر وہ ہماری عادت اور ہمارے وقت کا مالک بن بیٹھا ہے تو فتنہ۔ چند عملی تدابیر یہ ہو سکتی ہیں: موبائل کے استعمال کے اوقات متعین کرنا؛ نماز، کھانے اور رات کے آرام کے اوقات میں اسے دور رکھنا؛ غیر ضروری نوٹیفکیشنز بند کرنا؛ سونے سے پہلے اور فجر کے فوراً بعد اسے ہاتھ نہ لگانا؛ اور دن بھر میں اپنے اسکرین ٹائم کا ہفتہ وار جائزہ لے کر خود سے یہ سوال کرنا کہ "کیا میں اس وقت کا جواب اللہ کے سامنے دے سکوں گا؟"

معمولات کو منظم کرنے کی ضرورت:

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ہم اپنے اوقات کو تقسیم کریں کہ آج کے دن کے چوبیس گھنٹوں کو ہم نے کس طرح استعمال کرنا ہے۔ چوبیس گھنٹے کوئی کم وقت نہیں ہے۔ وقت میں بے برکتی کی سب سے بڑی وجہ وقت کو منظم نہ کرنا ہے۔ کس وقت کیا کرنا ہے، یہ طے ہونا نہایت ضروری ہے۔ اگر ہم اپنے موڈ کے مطابق کاموں کو کرتے رہیں گے تو وہ کام کبھی ٹھیک سے نہیں ہو سکے گا، اور پھر اس ایک کام کی وجہ سے دوسرے بہت سے کام متاثر ہو جائیں گے۔

کامیاب زندگی گزارنے کے لیے لازم ہے کہ اپنے وقت کو اس انداز سے تقسیم کیا جائے کہ اس میں کوئی بھی ضروری مصروفیت رہ نہ جائے، بلکہ تمام معاملات کو ضرورت کے مطابق وقت دیا جا سکے۔ کسی ایک کام کو زیادہ وقت دینا اور دوسرے کو معمولات سے خارج کر دینا ناکام طرزِ زندگی کی علامت ہے۔ یہی توازن قرآن کی اس ہدایت میں نظر آتا ہے:

وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ [القصص: 77]

"اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کرو، اور دنیا سے اپنا حصہ بھی مت بھولو، اور احسان کرو جیسے اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے"۔

رسول اللہ ﷺ نے مومن کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ، احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَلَا تَعْجَزْ (صحيح مسلم، حديث: 2664)

"طاقتور مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے بہتر اور زیادہ محبوب ہے، جب کہ خیر دونوں میں ہے۔ جو چیز تمہیں نفع دے اس کی حرص رکھو، اللہ سے مدد مانگو اور ہمت نہ ہارو"۔

"احرص علیٰ ما ینفعک" یعنی "جو تمہارے لیے نفع بخش ہو اس کی حرص رکھو" دراصل اسلامی ٹائم مینجمنٹ کا نہایت مختصر اور جامع اصول ہے: پہلے یہ طے کرو کہ نفع بخش کیا ہے، پھر اس کے لیے کوشش کرو، پھر اللہ سے مدد مانگو، اور پھر ہمت نہ ہارو۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فراغت کو بھی ذمہ داری کا موقع قرار دیا ہے:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ﴿۷﴾ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾ [الانشراح: 7، 8]

"پس جب تم (ایک کام سے) فارغ ہو جاؤ تو (دوسرے کام میں) محنت کرو، اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت رکھو"۔

یعنی مومن کی زندگی میں "خالی وقت" نام کی کوئی چیز نہیں، ایک نیک کام سے فراغت کے بعد دوسرے نیک کام کا آغاز ہونا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اعتدال اور تسلسل کا اصول بھی سکھایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے، چاہے تھوڑا ہو (صحیح مسلم، حدیث 783)۔ اور یہ بھی فرمایا کہ دین آسان ہے اور جو شخص دین میں حد سے زیادہ سختی کرے گا دین اس پر غالب آ جائے گا (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 39) یعنی نظمِ اوقات ایسا ہو جو نبھایا جا سکے، ایسا نہ ہو کہ چند دن جوش میں سخت جدول بنایا جائے اور پھر ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا جائے۔

نظمِ اوقات کے چار بنیادی اقدامات:

پہلا قدم: وقت کی قدر کا احساس بیدار کرنا۔ جب تک دل میں یہ یقین نہ اترے کہ ہر لمحہ امانت ہے اور واپس نہیں آئے گا، کوئی جدول کارگر نہیں ہو سکتا۔ اس احساس کو جِلا دینے کے لیے موت اور آخرت کی یاد، قرآن کی تلاوت اور محاسبۂ نفس مؤثر ترین ذرائع ہیں۔

دوسرا قدم: زندگی کا مقصد سمجھنا۔ جب مقصد واضح ہو تو یہ طے کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ کون سا کام ضروری ہے اور کون سا غیر ضروری۔ مقصد کا

شعور ہی ترجیحات کو ترتیب دیتا ہے۔ اللہ کی رضا اور جنت کا حصول، یہ مقصد ہو تو ہر مباح کام بھی نیت کے ساتھ عبادت بن سکتا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے (صحيح البخاری، رقم الحديث: 1)۔

تیسرا قدم: اپنی صلاحیت پہچان کر نصب العین بنانا۔ ہر شخص میں اللہ تعالیٰ نے کسی نہ کسی کام کی صلاحیت دوسروں سے زیادہ رکھی ہے اور اسی صلاحیت کو اپنا نصب العین بنانا چاہیے۔ قرآن کا ارشاد ہے: ''کہہ دیجیے کہ ہر شخص اپنے طریقے (اپنی افتادِ طبع اور صلاحیت) کے مطابق عمل کرتا ہے'' [الاسراء: 84]۔ اور حدیث میں ہے کہ ہر ایک کے لیے وہی کام آسان کیا جاتا ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا (متفق علیہ)۔ کوئی مدرس بننے کے لیے موزوں ہے، کوئی تاجر، کوئی داعی، کوئی طبیب اور کوئی مصنف۔ جو شخص اپنی صلاحیت پہچان کر اسے دین و ملت کی خدمت میں لگاتا ہے اس کا وقت بہترین جگہ صرف ہوتا ہے۔

چوتھا قدم: روزانہ کچھ نہ کچھ سیکھنے کے لیے وقت نکالنا۔ چاہے وہ کوئی کورس ہو، مطالعہ ہو، اہلِ علم کی صحبت ہو یا کوئی اور مناسب صورت۔ قرآن نے نبی ﷺ کو یہ دعا سکھائی: ''اور کہو: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما'' [طٰہٰ: 114]۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ (صحيح مسلم، رقم الحديث: 2699)

''جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلے، اللہ اس کی بدولت اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے''۔

جاری ہے۔۔۔۔۔



@QuranAcademyYaseenabad QuranAcademyYaseenabad @QAYaseenabad @QAYaseenabad www.QuranAcademy.edu.pk

رزقِ حلال : عبادت کا جزو، برکت کی بنیاد

محمد غفران شاہد
رفیق قرآن اکیڈمی یاسین آباد

اسلام نے انسان کی پوری زندگی کو عبادت کے دائرے میں رکھا ہے، اور اس دائرے میں روزی کمانا اور کھانا پینا بھی شامل ہے۔ دین صرف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا نام نہیں، بلکہ وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ انسان کی کمائی کیسی ہے اور اس کے دستر خوان پر کیا آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنت میں رزقِ حلال کی تاکید بار بار ملتی ہے۔ رزقِ حلال دنیا میں سکون اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے، جب کہ رزقِ حرام فرد اور معاشرے دونوں کو اندر سے کھوکھلا کر دیتا ہے۔

عام طور پر ''رزق'' کا لفظ مال و دولت کے لیے بولا جاتا ہے، مگر اس کا مفہوم اس سے کہیں وسیع ہے۔ صحت، علم، اولاد، وقت، عزت اور سکونِ قلب سب اللہ کی عطا کردہ روزی ہیں۔ قرآنِ مجید کا اعلان ہے کہ زمین پر چلنے والے ہر جاندار کی روزی اللہ کے ذمے ہے [ھود: 6]۔ اس یقین کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ روزی کے لیے حرام راستوں کی طرف نہ دوڑے، کیونکہ جو رزق اس کے مقدر میں ہے وہ جائز طریقے سے بھی ضرور ملے گا۔ ''حلال'' وہ ہے جسے شریعت نے جائز قرار دیا ہو، اور ''طیب'' وہ جو پاکیزہ اور مفید ہو؛ اسی لیے قرآن دونوں الفاظ کو ساتھ لاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا [البقرہ: 168]

یعنی اے لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں ان میں سے کھاؤ۔ اہلِ ایمان سے خصوصی خطاب میں فرمایا کہ جو پاکیزہ رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اسے کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو [البقرہ: 172]۔ ناجائز طریقے سے مال حاصل کرنے کی ممانعت بھی صاف الفاظ میں آئی ہے:

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ [البقرہ: 188]

یعنی آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ۔ تجارت کو حلال اور سود کو حرام ٹھہرایا گیا [البقرہ: 275]، اور ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت کی وعید سنائی گئی [المطففین: 1]۔ قرآن کسبِ معاش کو دین سے بے تعلقی بھی نہیں سمجھتا؛ جمعہ کی نماز کے بعد حکم دیا کہ زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو [الجمعہ: 10]۔ یوں عبادت اور کمائی ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے حلال کمائی کو نہ صرف جائز بلکہ باعثِ فضیلت قرار دیا۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی نے نہیں کھایا، اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت سے کھاتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاک چیز قبول کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک ایسے مسافر کا ذکر فرمایا جو پراگندہ حال ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر ''اے رب! اے رب!'' پکارتا ہے، مگر اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام اور پرورش حرام سے ہوئی، تو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟ یہ حدیث بتاتی ہے کہ حرام کمائی دعا کی قبولیت میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔

جامع ترمذی کی روایت ہے کہ قیامت کے دن بندہ اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکے گا جب تک اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ اسی طرح سچے اور امانت دار تاجر کو انبیاء، صدیقین اور شہداء کی معیت کی بشارت دی گئی (ترمذی)۔ دوسری طرف

دھوکے اور ملاوٹ کے بارے میں فرمایا: جس نے ہمیں دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں (مسلم)، اور رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت کی گئی (ابوداؤد، ترمذی)۔ آپ ﷺ نے ایک ایسے زمانے کی خبر بھی دی جب لوگ اس کی پروا نہ کریں گے کہ مال حلال سے آیا ہے یا حرام سے (بخاری)۔ آج کے حالات میں یہ پیش گوئی ہمارے لیے ایک سنجیدہ تنبیہ ہے۔

حلال کمائی کی بنیاد چند اصولوں پر قائم ہے۔ پہلا اصول محنت کی عظمت ہے؛ ہر جائز پیشہ باعزت ہے، خواہ وہ ملازمت ہو، تجارت، زراعت یا دستکاری، اور بھیک مانگنے یا دوسروں پر بوجھ بننے کے بجائے اپنے ہاتھ سے کمانا سنت ہے۔ دوسرا اصول صداقت و امانت ہے، کیونکہ کاروبار میں جھوٹ، جھوٹی قسم اور عیب چھپانا برکت کو ختم کر دیتا ہے۔ تیسرا اصول عدل ہے، یعنی ناپ تول پورا رکھنا، مزدور کو اس کی اجرت بروقت دینا اور معاہدوں کی پابندی کرنا۔ چوتھا اصول ذمہ داری کی ادائیگی ہے: ملازم پر لازم ہے کہ جس کام کی تنخواہ لے رہا ہے اسے پوری دیانت سے انجام دے، کیونکہ اوقاتِ کار میں کوتاہی تنخواہ کی حلت پر بھی اثر ڈالتی ہے۔ پانچواں اصول قناعت اور تقویٰ ہے، یعنی مشتبہ چیزوں سے بچنا اور جو کچھ مل جائے اس پر راضی رہنا۔

اس کے برعکس سود، رشوت، چوری، غصب، خیانت، جوا، دھوکا دہی، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، ناجائز قبضہ، یتیم کا مال کھانا اور ہر ایسی تجارت جو حرام اشیا یا حرام خدمات پر مبنی ہو، رزقِ حرام کی صورتیں ہیں۔ بعض اوقات لوگ انہیں ''مجبوری'' یا ''رواج'' کا نام دے کر جائز ٹھہرا لیتے ہیں، حالانکہ شریعت کا حکم رواج سے نہیں بدلتا۔ حرام کمائی کا پہلا نقصان یہ ہے کہ دعا قبول نہیں ہوتی؛ دوسرا یہ کہ مال بظاہر زیادہ مگر سکون، صحت اور اطمینان سے خالی ہو جاتا ہے؛ تیسرا یہ کہ حرام لقمہ دل میں سختی اور نیکی سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے؛ اور چوتھا یہ کہ ایسے گھر میں اولاد کی تربیت دشوار ہو جاتی ہے۔ ترمذی اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ جو جسم حرام سے پلا بڑھا، جہنم اس کے زیادہ لائق ہے۔ معاشرتی سطح پر رشوت، ملاوٹ اور ناانصافی سے باہمی اعتماد ختم ہوتا ہے اور کمزور طبقہ سب سے زیادہ پستا ہے۔

دوسری جانب حلال کمانے والا شخص دل میں اطمینان، گھر میں برکت اور دعاؤں میں قبولیت کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ قرآن کا وعدہ ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے نکلنے کی راہ پیدا کر دیتا ہے اور اسے وہاں سے روزی دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو [الطلاق: 2-3]۔

حلال رزق سے عبادت میں رغبت پیدا ہوتی ہے، خاندان میں محبت قائم رہتی ہے اور معاشرے میں اعتماد کی فضا بنتی ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنی آمدن کے ہر ذریعے کا جائزہ لیں اور کسی بات میں شبہ ہو تو اہلِ علم سے رجوع کریں۔ گھر کے کمانے والوں کو یہ باور کرائیں کہ ہمیں ''کم مگر حلال'' قبول ہے، اور اولاد کو بچپن ہی سے دیانت اور قناعت کا سبق دیں۔ ملازمت اور کاروبار میں وقت، امانت اور وعدے کی پابندی کو عبادت سمجھیں۔ اگر ماضی میں کبھی حرام مال کمایا ہو تو سچی توبہ کریں، حقداروں کو ان کا حق لوٹائیں، اور جہاں حقدار معلوم نہ ہو وہاں علما سے رہنمائی لے کر اسے ثواب کی نیت کے بغیر صدقہ کر دیں۔

خلاصہ یہ کہ رزقِ حلال محض معاشی مسئلہ نہیں بلکہ ایمان، اخلاق اور آخرت کا مسئلہ ہے۔ جو شخص حلال کو اپنا شعار بنا لیتا ہے، اللہ اس کے مال میں بھی برکت دیتا ہے اور اس کے دل میں بھی سکون۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خود بھی حلال پر قناعت کریں اور اپنے گھروں، دفتروں اور بازاروں میں اس کی روایت کو زندہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رزقِ حلال عطا فرمائے، حرام سے بچائے، اور طیب کمائی کی توفیق نصیب کرے۔ آمین

ماہانہ رپورٹ برائے آئینہ انجمن

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

مؤرخہ 6 اپریل 2026ء سے رجوع الی القرآن کورس کے 33ویں بیچ کا آغاز ہوا۔ جس میں 15 حضرات اور 13 خواتین، جب کہ آن لائن شرکت کرنے والوں کی تعداد 30 ہے۔ رواں ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''عقیدۂ ختم نبوت اور فتنۂ قادیانیت'' (مولانا محمد علی صاحب)، ''منہج انقلابِ نبوی ﷺ'' اور ''انجمن خدام القرآن سندھ کا تعارف'' (استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب) کے عنوانات پر لیکچرز منعقد ہوئے۔

ہر سال کی طرح اس سال بھی رجوع الی القرآن کورس کے طلبہ کی پکنک منائی گئی البتہ اس دفعہ فارم ہاؤس کے بجائے ساحلِ سمندر کا رخ کیا گیا۔ مؤرخہ 28 اکتوبر 2026ء بروز بدھ تقریباً 20 طلبہ و 10 اساتذہ و اسٹاف ممبر بس میں صبح 9 بجے ہاکس بے کی طرف روانہ ہوئے جہاں پہلے سے ہٹ کی بکنگ کرائی گئی تھی۔ الحمدللہ وہاں کھیل کود، کھانے پینے اور تفریح کے ساتھ ساتھ شرکا کو باہم ایک دوسرے سے ملاقات و تعارف کا بھرپور موقع میسر آیا اور طلبہ نے اس کو بہترین پایا۔ نمازِ مغرب ہٹ پر ادا کرکے واپسی کا سفر شروع کیا گیا۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ کے تمام شعبہ جات میں معمول کے مطابق تدریس کا عمل جاری رہا۔

شعبہ حفظ کی اسمبلی میں نظم و ضبط کو بہتر بناتے ہوئے ہلکی پھلکی ورزش کا بھی اہتمام کیا جا رہا ہے۔

نیز اساتذہ کی تربیت کے لیے ہر جمعہ کے دن تقریباً 30 منٹ کا ایک تربیتی سیشن جاری ہے۔

الحمدللہ ادارے میں مؤرخہ 3 تا 9 اکتوبر 2026ء 7 روزہ بتدی تربیتی کورس کا انعقاد کیا گیا جس میں 35 رفقا نے شرکت کی۔

دوران ماہ مسجد میں پہلا اور تیسرا جمعہ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب، جب کہ دوسرا، چوتھا اور پانچواں جمعہ شجاع الدین شیخ صاحب نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

دوران ماہ مسجد میں چھ نکاح کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

رجوع الی القرآن کورس 27-2026 (سال اول سیکشن اے) میں 43 حضرات اور 83 خواتین، رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن بی) میں 31 حضرات اور رجوع الی القرآن کورس (سال دوم) میں 20 حضرات اور 17 خواتین شرکت کر رہے ہیں۔

رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن اے، بی) کے تحت ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' (استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب) اور ''عقیدۂ ختم نبوت اور فتنۂ قادیانیت'' (مولانا محمد علی صاحب، مبلغ شبان ختم نبوت) کے موضوعات پر لیکچرز منعقد ہوئے۔

حلقات و دورات دینیہ کے تحت اس وقت ''قرآن فہمی کورس''، ''دورۂ ترجمہ قرآن (بعد نماز عشاء)''، ''مختصر درس قرآن (اہل محلہ / نمازی حضرات کے لیے بعد نماز ظہر)''، ''سلسلہ وار دورۂ ترجمہ قرآن (خواتین)''، ''دراسات دینیہ سال اول و دوم''، ''مختصر درس حدیث (اہل محلہ /

نمازی حضرات بعد نماز عصر)''، ''تجوید القرآن سہ پہر''، ''احکام و مسائل طہارت و نماز (خواتین)''، ''عربی تکلم کورس''، ''تذکیر بالقرآن کورس برائے خواتین''، ''سلسلہ وار دورۂ ترجمہ قرآن''، ''مادہ پرستی کے فتنے کا رد (سورۃ الکہف کی روشنی میں)''، ''علم و عمل کورس (طالبات)''، ''منتخب نصاب کی صرفی و نحوی تحلیل اور عربی تفاسیر سے تقابلی جائزہ''، ''قرآن فہمی کورس''، ''اذان کورس'' اور ''ایک روزہ ورکشاپ (Raising Faith)'' جاری ہے، جس میں اوسط تعداد 756 کے قریب ہوتی ہے۔

ایک روزہ ورکشاپ برائے گھر کی تعمیر جس میں مقرر کے فرائض ڈاکٹر انوار علی ابرار صاحب نے ادا کیے موضوع Raising Faith in the Faithless Age (والدین کے لیے)، Adam o Iblis (بچوں اور بچیوں کے لیے) منعقد کیا گیا۔ جس میں والد اور بچوں کی تعداد 49 جب کہ والدہ اور بچیوں کی مجموعی تعداد 87 رہی۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں 112 طلبہ، جب کہ مدرسۃ البنین والبنات میں 252 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ علاوہ ازیں مغرب تا عشاء حلقہ میں مقیم طلبۂ کرام اور اہل محلہ و گردونواح کے حضرات کے لیے ناظرہ قرآن کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔

شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت رواں ماہ پہلا اور دوسرا جمعہ ''سورۃ الذاریات رکوع 2 اور 3'' اور ''سورۃ الذاریات'' (محترم سید سلیم الدین صاحب)، تیسرا اور پانچواں جمعہ ''احکام وراثت کی اہمیت اور انے غفلت کا انجام'' (محترم محمد ارشد صاحب) جب کہ چوتھا جمعہ ''نماز کی فضیلت و اہمیت'' (محترم عاطف محمود صاحب) نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

مسجد میں تین نکاح کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

شعبہ تصنیف و تالیف کے تحت ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب نصاب (تفصیلی ویڈیوز) حصہ سوم کی فائنل نظر ثانی و تصحیح مکمل کی گئی ہے۔ اسی طرح حصہ چہارم درس نمبر (17) کے حصہ سیزدہم کی فورمیٹنگ، ترمیم و ترتیب و تصحیح مکمل ہو چکی ہے، جب کہ حصہ چہاردہم اور درس نمبر (18) کے حصہ ششم پر فورمیٹنگ، ترمیم و ترتیب اور تصحیح کا کام جاری ہے۔

آئینہ انجمن ماہ اکتوبر کو مکمل تیار کرنے کے بعد شمارے کی مکمل نظر ثانی و تصحیح کی گئی۔ علاوہ ازیں ماہنامہ کے لیے ایک مضمون تیار کیا گیا۔

پیغام قرآن کے تحت سورۃ القلم کی کمپوزنگ جاری ہے۔

رواں ماہ شعبہ سوشل میڈیا کے تحت درج ذیل امور سرانجام دیے گئے۔

پروموز:

''بیان القرآن آن لائن LMS کورس''، ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشن اور ہم پروموز (تنظیم اسلامی)''، ''گھر کی تعمیر ایک روزہ ورکشاپ (قرآن اکیڈمی یاسین آباد)''، ''روشن گھر روشن معاشرہ پروموز (تنظیم اسلامی)''، ''غسل و تکفین و تدفین میت ورکشاپ'' اور ''نماز تربیتی ورکشاپ (تنظیم اسلامی)''۔

شارٹ ویڈیوز:	
ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے دو مشن	دنیا اوپن بک اگزیم ہے
کیا آپ نے کبھی ڈاکٹر اسرار رحمۃ اللہ علیہ کو وظیفہ بتاتے سنا ہے؟	ڈاکٹر اسرار رحمۃ اللہ علیہ فیک ویڈیوز: تبصرہ نگران انجمن
موبائل فون اور سوشل میڈیا (مدیر تعلیم)	
کوریج:	
انجمن خدام القرآن سندھ کراچی ٹیچرز ٹریننگ پروگرام (گریڈ 2)	نگران انجمن، دورہ NED University (گریڈ 1)
کورپوریٹ ٹریننگ بمقام پاکستان سیکورٹی پرنٹنگ کورپوریشن مدیر دعوت و تربیت انجمن خدام القرآن سندھ کراچی (گریڈ 1)	
قرآن اکیڈمی یاسین آباد—فائر سیفٹی ورکشاپ (گریڈ 2)	قرآن اکیڈمی یاسین آباد—فیملی ورکشاپ (گریڈ 2)

کلپس :	
صدر مؤسس رحمۃ اللہ علیہ : 3	نگران انجمن : 2
جھلکیاں :	
کورپریٹ لیکچر ڈاکٹر الیاس (پاکستان سیکورٹی پرنٹنگ کورپوریشن)	
پکنک قرآن اکیڈمی یاسین آباد طلبہ رجوع الی القرآن کورس	

قرآن اکیڈمی کورنگی

رجوع الی القرآن کورس سال 27-2026 میں 11 حضرات اور 30 خواتین شریک ہیں۔ رواں ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''منہج انقلاب نبوی ﷺ'' (ڈاکٹر محمد الیاس صاحب) اور ''عقیدۂ ختم نبوت اور فتنۂ قادیانیت'' (مولانا گلفراز صاحب، خطیب شبانِ ختم نبوت کراچی) کے موضوعات پر لیکچرز منعقد ہوئے۔

مدرسۃ القرآن للحفظ و القراءۃ قرآن اکیڈمی کورنگی للبنین والبنات میں شعبہ بنین میں 159 طلبہ اور شعبہ بنات میں 131 طالبات جب کہ بڑی عمر کی خواتین کی ناظرہ قرآن میں 28 خواتین زیرِ تعلیم ہیں۔

دورانِ ماہ درجہ حفظ کے ایک طالب علم نے حفظِ قرآن پاک کی تکمیل کی۔ اس موقع پر مدیرِ ادارہ جناب محمد ہاشم صاحب نے طلبہ کو حفظ قرآن اور جنت میں حفاظ کے مقام کے حوالے سے نصیحتیں فرمائیں۔

درجہ حفظ کے طلبہ میں مطالعہ قرآن حکیم (حصہ دوم) میں سورۃ الانفطار تا سورۃ الفجر اور بعد نماز ظہر 'آداب زندگی' کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

شعبہ بنات میں درجہ قاعدہ کی طالبات کے لیے ''والدین سے حسنِ سلوک کے آداب''، ''خوف وہراس کے آداب''، ''خوشی کے آداب'' اور ''ہاتھی والوں کا قصہ''، درجہ ناظرہ کی طالبات کے لیے ''غزوۂ احد''، ''موت کے مراحل'' اور ''دکھاوا، تکبر'' جب کہ ناظرہ قرآن کی خواتین کے لیے ''سفرِ طائف، سیرت النبی ﷺ'' کے موضوعات پر خصوصی لیکچرز منعقد ہوئے۔

قرآن اکیڈمی کورنگی شعبہ خواتین کے تحت جاری امور خانہ داری و تربیتی کورس میں 16 طالبات شرکت کر رہی ہیں۔ دوران ماہ ''سربراہِ خاندان کی ذمہ داری (سورۃ التحریم کی روشنی میں)'' کے موضوع پر خصوصی لیکچر کا انعقاد ہوا۔

قرآن اکیڈمی کورنگی میں تنظیم اسلامی کورنگی شرقی کے تحت شام کے اوقات میں عربی گرامر کورس میں تقریباً 05 حضرات شرکت کر رہے ہیں۔ تدریس کی ذمہ داری جناب حافظ ریان صاحب ادا کر رہے ہیں۔

قرآن اکیڈمی کورنگی میں تنظیم اسلامی کورنگی شرقی شعبہ خواتین کے تحت ''سربراہِ خاندان کی ذمہ داری'' کے موضوع پر ماہانہ درسِ قرآن منعقد ہوا، جس میں 60 خواتین نے شرکت کی۔

شعبہ خواتین کے تحت مؤرخہ 26 اکتوبر 2026ء بروز پیر سے ہر پیر اور منگل خواتین کے لیے لفظی ترجمہ قرآن کورس (ماڈیول—I) کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔

قرآن اکیڈمی کورنگی کے تحت ہفتہ وار کلاسز پر مشتمل قرآن فہمی کورس (ماڈیول I-) بحسن وخوبی تکمیل ہوا۔ باقاعدگی سے شرکت کرنے والے طلبہ کو اسناد بھی فراہم کی گئی۔

قرآن اکیڈمی کورنگی کے تحت ہفتہ وار کلاسز پر مشتمل بنیادی علوم دینیہ کورس بحسن وخوبی جاری ہے۔ جس میں 07 حضرات شرکت کر رہے ہیں۔

قرآن اکیڈمی کورنگی کے تحت Energy Solutions (Pvt.)Limited میں عربی گرامر کورس جاری ہے، جس میں تقریباً 25 حضرات شرکت کر رہے ہیں۔ اس کورس میں تدریس کی ذمہ داری جناب حافظ محمد نعمان صاحب ادا کر رہے ہیں۔

دعوت و تبلیغ کے ضمن میں قرآن اکیڈمی کورنگی سے متصل جامع مسجد طیبہ میں تنظیم اسلامی کورنگی شرقی کے تحت دورۂ ترجمہ قرآن ہر جمعرات ہفتہ وار ایک رکوع کے درس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ دورانِ ماہ ''علم و حکمت کے موتی سورۃ یوسف کی روشنی میں'' مورخہ 10 اکتوبر بروز ہفتہ خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا، جس میں ایک ہی نشست میں 11 رکوع کا مطالعہ کیا گیا۔ مدرس کی ذمہ داری صدرِ انجمن خدام القرآن، سندھ جناب انجینئر نعمان اختر صاحب ادا فرماتے ہیں، جس میں اوسطاً 70 حضرات نے شرکت کی۔

تنظیم اسلامی کورنگی شرقی کے تحت مورخہ 05 ستمبر 2026ء بروز ہفتہ سے پانچ ہفتوں پر مشتمل ''روشن کردار-روشن معاشرہ'' کے عنوان سے لیکچر سیریز کا آغاز ہوا، جس کے تحت تین لیکچرز منعقد ہو چکے تھے۔ بقیہ چوتھا لیکچر ''میرا گھر: حسنِ کردار کا پہلا میدان'' (صدرِ انجمن خدام القرآن و نائب ناظمِ اعلیٰ تنظیم اسلامی زون جنوبی پاکستان) اور پانچواں لیکچر ''سماجی و اخلاقی فرض'' (خصوصی مشیر برائے شعبہ دعوت تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی استاذ عامر خان صاحب) کے عنوان سے منعقد ہوئے۔

دی ہوپ اسلامک اسکول

دورانِ ماہ ششماہی امتحانات کا انعقاد کیا گیا۔

دی ہوپ اسلامک اسکول سے نویں جماعت کے بورڈ کے سالانہ امتحان میں 3 طلبہ اور 10 طالبات نے +A، 6 طلبہ اور 7 طالبات نے A اور 1 طالبہ نے B گریڈز سے کامیابی حاصل کی۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

رواں ماہ رجوع الی القرآن کورس (2026-27) میں 30 حضرات اور 35 خواتین سمیت کل 65 شرکا شرکت کر رہے ہیں۔ رواں ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''میرا گھر میری ذمہ داری'' (جناب انجینئر نعمان اختر صاحب)، ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' (جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحب)، ''عقیدہ ختم نبوت اور فتنۂ قادیانیت'' (جناب مولانا محمد علی صاحب، مبلغ شبان ختم نبوت) اور ''جہاد فی سبیل اللہ'' (جناب محمد ارشد صاحب) کے موضوعات پر لیکچرز منعقد ہوئے۔

بعد از نماز فجر ''درس قرآن و حدیث'' (جناب ندیم گیلانی اور قاری غلام اکبر صاحبان)، بعد از نماز عصر ''درس حدیث'' (قاری غلام اکبر صاحب) اور بعد از نماز فجر ''تجوید'' (قاری محمد ارسلان صاحب) جاری ہے۔

واٹس ایپ پر ''عربی گرامر'' کے ساتویں بیچ مکمل ہوا جس میں 101 طلبہ کو اسناد جاری کی گئیں۔ اسی طرح ہفتہ وار قرآن فہمی کورس کی تکمیل ہوئی جس میں 26 طلبہ نے شرکت کی۔ رواں ماہ آئینہ انجمن کے لیے مضامین تیار کر کے شعبہ تصنیف و تالیف کو ارسال کیے گئے۔

رجوع الی القرآن کورس کا مضمون ''ترجمہ قرآن اور قرآن فہمی کورس'' کا مضمون مختصر عربی گرامر کی ویڈیو ریکارڈنگز تیار کر کے متعلقہ گروپس پر بھیجے گئے۔ علاوہ ازیں مختلف تناظیم کے 35 پروگرام منعقد ہوئے۔

مدرسۃ القرآن میں قاعدہ و ناظرہ کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے، جہاں تقریباً 40 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

رواں ماہ خطبہ جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب اور جناب غضنفر عمر صدیقی صاحب نے حاصل کی۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد میں تسلسل کے ساتھ رجوع الی القرآن کورس میں تقریباً 10 حضرات اور 25 خواتین شریک ہیں۔ اس ماہ تین اسپیشل لیکچرز ''خواتین کے دینی فرائض'' اور ''منہج انقلاب نبوی ﷺ'' (استاذ محمد فاروق پاشا صاحب) اور ''انجمن خدام القرآن سندھ کا تعارف'' (استاذ محمد

یاسر شیخ صاحب) منعقد ہوئے۔

ہفتہ وار تفسیر القرآن کورس کے تحت سورۃ البقرہ کے ابتدائی اٹھارہ رکوع مکمل ہو چکے ہیں۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد میں بچیوں کے لیے ناظرہ قرآن جاری ہے۔ دن : پیر تا جمعرات، وقت 03:00 تا 04:00۔

دروس اللغۃ العربیہ کورس کے اختتام کے بعد 23 اکتوبر بروز جمعہ سے عربی گرامر کورس کا آغاز کیا گیا ہے۔

شام کے اوقات میں Faith with Passion کے عنوان سے کورس کا آغاز کیا گیا ہے جس میں دو مضامین پڑھائے جائیں گے، Web Development with AI اور حدیث اربعین نووی رحمۃ اللہ علیہ۔

مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ میں اور بعد نمازِ مغرب بالغان کے لیے بھی قاعدہ و ناظرہ قرآن کی تعلیم اور بروز جمعہ بعد نمازِ مغرب تذکیر بالقرآن کے تحت درسِ قرآن کا سلسلہ جاری ہے۔

شعبہ سندھی تصنیف و تالیف کے تحت بانی تنظیم اسلامی و مؤسس انجمن خدام القرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً 60 کے قریب مختلف کتابچوں اور کتب کا ابتدائی سندھی ترجمہ کیا جا چکا ہے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن

الحمدللہ رجوع الی القرآن کورس سال اول جاری ہے۔ اس ماہ خصوصی محاضرات کے تحت چار خصوصی لیکچر ''عقیدہ ختم نبوت اور فتنۂ قادیانیت'' (مولانا محمد علی صاحب، مبلغ شبان ختم نبوت)، ''منہج انقلاب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' (استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب)، ''سفر آخرت کے مراحل'' (استاذ انجینئر عثمان علی صاحب) اور ''حیا و پردہ'' (استاذ حمزہ علی خان صاحب) منعقد ہوئے۔

Essential of Islam ایوننگ کورس جاری ہے۔

تحفیظ القرآن سالانہ امتحانات کے لیے داخلہ فارم وفاق المدارس العربیہ پاکستان ارسال کیے گئے۔

حفظ و ناظرہ بوائز و گرلز کی کلاسز معمول کے مطابق جاری ہیں۔

قرآن مرکز لانڈھی

مدرسۃ القرآن للحفظ و القراءۃ للبنین والبنات میں شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں 59 جب کہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 42 طلبہ اور شعبہ بنات میں 54 طالبات زیر تعلیم ہیں۔

ہفتہ وار درسِ قرآن (بروز جمعہ) میں سورۃ النور کا مطالعہ جاری ہے۔ امیر لانڈھی تنظیم و ناظم مرکز محترم محمد ہاشم صاحب درس کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔ نیز ماہانہ درس قرآن و حدیث کا انعقاد ہوا جس میں معتمد حلقہ کراچی جنوبی سہیل راؤ صاحب نے بیان کی ذمہ داری ادا کی۔

شعبہ ملٹی میڈیا

خطباتِ جمعہ (محترم شجاع الدین شیخ صاحب) :

ماہِ اکتوبر 2026ء میں محترم شجاع الدین شیخ صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطبات کی ویڈیو ریکارڈنگ کی گئی جسے انجمن اور تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ اور سوشل میڈیا پر شائع کیا گیا :

پردہ۔۔۔۔ حکم، حقیقت اور حکمت۔ تبصرہ : پاکستان اور مسلم ممالک بورڈ آف پیس سے علیحدگی اختیار کریں۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق توہین رسالت کے مجرم کی سزائے موت پر عمل درآمد کیا جائے۔
پردہ۔۔۔۔ حکم اور حقیقت (احادیث مبارکہ کی روشنی میں)۔ تبصرہ : ٹرمپ کی اسلام دشمنی۔ دنیا معاشی تباہی کے دھانے پر۔ مسلم ممالک کی ذمہ داری۔
تربیت و کردار پر عقیدہ توحید و آخرت کے اثرات (مطالعہ سورۃ البقرۃ آیت 284)۔

مندرجہ بالا تمام خطاباتِ جمعۃ المبارک کی بشمول ویڈیو ریکارڈنگ، آرکائیونگ، تھمب نیل اور ایڈیٹنگ کے بعد قرآن چینل اور شجاع الدین شیخ کے چینلز پر پوسٹ کیا گیا۔

بفضلِ تعالیٰ، ہر سال تنظیم اسلامی پاکستان کی جانب سے ماہ نومبر 2026ء میں سالانہ اجتماع کا انعقاد بہاولپور میں کیا جاتا ہے، کچھ ناگزیر وجوہات کی بنا پر اس سال سالانہ اجتماع پاکستان بھر میں چار مقامات پر کیا جا رہا ہے۔ تنظیم اسلامی زون جنوبی 1 اور 2 کے لیے اس اجتماع کا انعقاد شہر کراچی سے باہر گھارو میں کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں امیرِ محترم جناب شجاع الدین شیخ کا رفقائے تنظیم و احباب کے لیے ایک پیغام برائے یاددہانی بھی ریکارڈ کیا گیا۔ جس کو بشمول ویڈیو ریکارڈنگ، آرکائیونگ، تھمب نیل اور ایڈیٹنگ کے بعد قرآن چینل اور شجاع الدین شیخ کے چینلز پر پوسٹ کیا گیا۔

نگرانِ انجمن خدام القرآن و امیرِ تنظیم اسلامی، جناب شجاع الدین شیخ کے خصوصی احکامات کے مطابق، سالانہ اجتماع کے لیے، بانیِ محترم ''جناب ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف، خدمات اور اعزازات'' کے عنوان سے ایک دستاویزی فلم کی تیاری شعبہ ملٹی میڈیا کراچی کے ذمہ آئی۔ اس ذمہ داری کا ملنا نگرانِ و امیرِ محترم کے اِس شعبہ پر اعتماد اور توقعات کی عکاسی کرتا ہے۔ الحمدللہ یہ دستاویزی فلم تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ اس دستاویزی فلم کی تیاری کے سلسلے میں اسکرپٹ کو تحریر کرنے سے لیکر قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے اقتباسات، بانیِ محترم کے کئی خطابات اور تحریروں سے اقتباسات، وائس اور مزید کئی انتہائی پیچیدہ مراحل سے گزرنا ضروری تھا۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبولیت کا درجہ عطا فرمائے۔ آمین

انجمن خدّام القرآن اغراض و مقاصد

انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد منبع ایمان اور سرچشمۂ یقین قرآن حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہوجائے اور اس طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہوسکے۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

- عربی زبان کی تعلیم و ترویج۔
- قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق۔
- علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت۔
- ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیم قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیں، اور
- ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کرسکے۔

☆☆☆

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مرکزی دفتر انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ B – 375، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7 – 34993436 – 021